سب میں ناشیراب

NOVELS KA JAHAN

مقدر کی کتاب کے اگلے صفحے پر کیا لکھا ہے کوئی نہیں جانتا۔ لیکن کبھی کبھی ایسا بھی ہو جاتا ہے کہ مقدر کی کتاب اس طرح کھلتی ہے کہ ہمیں سب کچھ دینے کے باوجود ادھورا اور اکیلا چھوڑ دیتی ہے۔ ایسا ہی مرحلہ ایک نازک سی لڑکی کی کتاب مقدر میں آٹھہرا تھا لیکن مقدر بدل بھی تو جاتا ہے اور پھر جب مقدر بدلا تو۔۔۔

کومل کے لئے تحفہ خاص

"اسی سے اوپر کی اسپیڈ پر کار دوڑاتا ہوا وہ کارڈیو وسکولر پہنچا تھا۔ سی۔ سی۔ یو کے دروازے پر ہی اسے ڈاکٹر احتشام اور ہارٹ سرجن بلگرامی مل گئے۔ وہ بے ساختہ ان کی طرف لپکا تھا۔

"کیا ہوا شاہی۔ گرینی اب کیسی ہیں؟"

وہ سخت تشویش زدہ اور متفکر نظر آ رہا تھا۔ احتشام اس کا شانہ تھپکتا اسے اپنے ساتھ اپنے ریٹائرنگ روم تک لے آیا۔

"پلیز شاہی! مجھے بتاؤ کہ کیا بات ہے۔ از شی آل رائٹ۔"

"ریلیکس شازان' جسٹ ٹیک اٹ ایزی۔ گرینی اب خطرے سے باہر ہیں' بس کمزوری ہے انہیں۔" کرسی کی پشت پر ٹیک لگاتے ہوئے ڈاکٹر احتشام بہت سنجیدہ تھا۔

"تو کیا اٹیک آیا تھا؟" وہ تشویش سے پوچھ رہا تھا۔

"نہیں' مگر انجائنا اٹیک ضرور تھا۔ ان فیکٹ

گریٹی سخت مینٹل اسٹریس کا شکار ہیں۔ اس پر تنہائی اور بڑھاپا۔ یو مسٹ گو ہر کمپنی۔ انہیں تمہاری ضرورت ہے شازان۔" احتشام نے صاف گوئی سے کہا تو وہ پشیمانی کے باعث چند سیکنڈ کے لیے لب بھینچ کر رہ گیا۔

"مگر میں نے ان کے لیے نرس کا انتظام تو کر دیا تھا شامی۔ گھر پر بھی انہیں مکمل طبی سہولت مل رہی تھی' پھر میں ہر تیسرے مہینے آتا تو ہوں کراچی۔"

"ہاں' مگر یہ سب مسئلے کا حل نہیں۔ تمہیں اندازہ ہونا چاہئے شازان کے جو بیماری گریٹی کو ہے اس میں تیسرے مہینے کی بات تو چھوڑو' ہم تین گھنٹے کے لیے کوئی پرفیکشن نہیں دے سکتے۔ تم نے سنا ہوگا کہ خالی دماغ میں اوٹ پٹانگ خیالات ڈیرہ جما لیتے ہیں۔ بیماری اور بڑھاپے نے گریٹی کو بہت زود رنج بنا دیا ہے۔ وہ خود ترسی کی کیفیت میں مبتلا ہو گئی ہیں۔ انہیں فل ٹائم تمہاری ضرورت ہے۔ نرس یا ڈاکٹر تمہارا متبادل یا Substitute نہیں ہو سکتے۔ خصوصاً اس صورت میں کہ ان کا تمہارے علاوہ کوئی اور ہے بھی نہیں۔"

احتشام نے اسے جیسے الجھن میں ڈال دیا تھا۔ وہ پیشانی کو انگلی سے مسلتا ہوا کھڑا ہو گیا "بٹ یو نو مائی پرابلم شامی۔ کرسٹینا کسی صورت میں پاکستان آنے کو تیار نہیں۔ ادھر گریٹی ہیں کہ وہ پاکستان چھوڑنا نہیں چاہتیں۔ اب تم ہی بتاؤ میں کیا کروں؟ کبھی کرسٹینا تو کبھی گریٹی کے کورٹ میں چکراتے چکراتے میں خود تھک گیا ہوں۔"

میز پر مکا مارتے ہوئے وہ سخت اپ سیٹ لگ رہا تھا۔ پریشانی اور الجھن کا شکار نظر آ رہا تھا "تو پھر اس کا آسان حل تو یہی ہے کہ کرسٹینا کو چھوڑ کر گریٹی کے پاس آ جاؤ۔" وہ بے دردی سے کہتا میز پر کہنیاں لگا کر اس کی طرف جھک آیا۔ بات ہی کچھ ایسی تھی کہ شازان کی آنکھوں میں شکایت اور غصہ اتر آیا۔

"شی از مائی وائف شامی اینڈ آئی لو ہر ویری مچ۔" تند لہجہ اس کی ناگواری کا غماز تھا۔

"تو ٹھیک ہے پھر گریٹی کی فکر چھوڑ دو۔ یہ بیماری انہیں زیادہ دن جینے نہیں دے گی۔ اس کے بعد تم باآسانی اپنی زندگی بغیر کسی گلٹی کے گزار سکو گے جب تک گریٹی کی سانسیں چل رہی ہیں' اسی طرح پاکستان آتے رہو اور انہیں ہاسپٹلائز کرا کے اپنے ضمیر پر پڑا ہوا بوجھ چند دن کی رفاقت عطا کر کے اتارتے رہو۔ سون یو ول گیٹ رڈ آف اٹ آلسو۔

(Soon you will get rid of it also)

یکدم احتشام کا لہجہ تلخی اور ناگواری سے تند ہو گیا تھا۔ شازان کے ماتھے کے بل صاف گنے جانے لگے۔

"شامی دس از موسٹ ان فیئر۔ میرا مطلب یہ ہرگز نہ تھا۔"

"تو کیا ہے تمہارا مطلب۔ تم چاہتے ہو کہ غلطیوں پر غلطیاں کرتے رہو پھر بھی میں تمہیں پچکارتا رہوں۔ تمہارا شانہ تھپتھپاتا رہوں کہ واہ میرے یار کیا خوب کمال کیا۔ بیمار دادی کا ہاسپٹل میں علاج کرا دیا' ویری گڈ اپنی وائف کی خدمت میں حاضر لگا دی' ویری ویل۔"

احتشام بری طرح جھلا گیا تھا۔ شازان نے بمشکل غصہ ضبط کر کے اسے دیکھا تھا۔

"نہیں شازان نہیں۔ یہ مسئلے کا حل نہیں۔ تمہیں یا تو واقعی گریٹی کا ٹھیک سے خیال رکھنا ہوگا یا پھر اپنے ذہن سے ان کی فکر بالکل نکال دو کیونکہ تم بیک وقت دو جگہ موجود نہیں رہ سکتے۔ نہ ہی دونوں کو کسی ایک جگہ پر یکجا کر سکتے ہو۔ یو مسٹ چوز اینی ون۔ کسی ایک کو چن لو۔ یا تو کرسٹینا یا پھر گریٹی۔۔۔ دیٹس آل۔"

وہ فیصلہ کن انداز میں کہتا اٹھ کھڑا ہوا تو شازان کے لب آپ ہی آپ میں بھنچ گئے۔ پریشانی اور ٹینشن اس کے چہرے کے خدوخال کا حصہ بن گئے تھے۔ احتشام کو اس سے ہمدردی ہونے لگی۔ سنجیدگی سے اس کے نزدیک آ کر اس کا کندھا تھپتھپایا۔

"دیکھو شازان میں تمہارا دوست ہوں۔ بچپن سے آج تک گریٹی کو تمہاری طرح چاہا ہے میں نے' مگر حقیقت یہی ہے کہ تم ان کے ریئل گرینڈ سن ہو۔ تمہیں ہی ان کا خیال رکھنا ہے۔ میں چاہوں بھی تو گریٹی میرے ساتھ میرے گھر رہنے پر تیار نہیں ہوں گی نہ ہی میری بیوی تمہارے گھر شفٹ ہونے پر میری حمایت کرے گی تو یہ تو طے ہو گیا کہ گریٹی کی تنہائی تم نے ہی دور کرنی ہے۔ میری بات اگر اس وقت مان لی ہوتی تو آج کرسٹینا کی بجائے کوئی مسلم لڑکی تمہاری وائف ہوتی جو گریٹی کا بھی خیال رکھتی اور "حیات ولا" کو وارث بھی دیتی۔ پھر تمہیں اس طرح پریشان نہ ہونا پڑتا۔ مجھے تو تمہاری فکر ہوتی ہے اس طرح دونوں طرف منقسم ہو کر تم کہیں بیمار

ہی نہ پڑ جاؤ۔" وہ دل داری اور تاسف سے کہہ رہا تھا۔
شاذان اس کی ہمدردی پر پھیکے پن سے مسکرایا۔
"تمہارا کہنا بالکل ٹھیک ہے شامی' مگر میں کرسٹینا سے محبت کرتا ہوں۔ بہت سی شرائط منوا کر اس نے مجھ سے شادی کی حامی بھری تھی۔"
"اسی کی سزا آج تک تم بھگت رہے ہو۔" شامی نے بیچ میں ٹوک دیا تھا' مگر وہ ان سنی کر گیا۔ "دوسری طرف گریٹی ہیں جنہوں نے مجھے ماما کے بعد ان کی کمی محسوس نہیں ہونے دی حتیٰ کہ ڈیڈی کی ڈیتھ اور میرے لندن چلے جانے نے انہیں بالکل توڑ دیا۔ تب بھی وہ مجھ سے ناراض نہیں ہوئیں۔ میں دونوں میں کسی کو چھوڑ نہیں سکتا۔" بے بسی اور بے چارگی اس کے چہرے سے ہویدا تھی۔ بالوں میں بے چینی سے انگلیاں پھنساتے ہوئے وہ بہت اپ سیٹ لگ رہا تھا۔
"تو پھر کرسٹینا کو سمجھاؤ' کنونس کرو اسے۔" گریٹی کی حالت ایسی نہیں کہ وہ سفر کر سکیں۔ نہ ہی اس کنڈیشن میں ان کی مرضی کے بغیر کوئی قدم اٹھایا جا سکتا ہے۔ کرسٹینا سے کہو چند سال کے لیے پاکستان آ جائے۔ ممکن ہے اس دوران گریٹی کو رکر جائیں بلکہ اگر کرسٹینا نے ان کا دل جیت لیا تو یہ امید بھی ہے کہ وہ تمہارے ساتھ لندن جانے کے لیے راضی بھی ہو جائیں' پھر تمہارے لیے مینج کرنا آسان ہو گا' مگر اس سب کے لیے تمہاری وائف کرسٹینا کا تم سے ایگری کرنا ضروری ہے۔ جسٹ کنونس ہر۔" ڈاکٹر احتشام نے کرسٹینا سے متعلق اپنی ناگواری چھپاتے ہوئے دوستانہ انداز میں اسے سمجھایا تھا۔
وہ کچھ ریلیکس تو ضرور ہوا' تاہم اس کے چہرے سے مایوسی صاف جھلک رہی تھی۔ غالباً اسے کرسٹینا کے مزاج کا علم تھا۔ ساتھ ہی یہ بھی یاد تھا کہ کرسٹینا نے اس سے شادی کی ہی اسی شرط پر تھی کہ وہ کبھی اسے اپنا ملک چھوڑنے کو نہیں کہے گا۔ ایک گہری سانس بھر کر اس نے یہ بات احتشام سے کہہ بھی دی۔
"تمہارا ایجیشن اپنی جگہ درست ہے' مگر شامی میں نے کرسٹینا کی اس شرط کو اول روز ہی مان لیا تھا جب اس نے مجھ سے شادی کی تھی کہ کبھی اسے پاکستان آنے کے لیے نہیں کہوں گا۔" اس کا لہجہ شکست خوردہ تھا۔
احتشام کے چہرے سے تناؤ جھلکنے لگا۔ "کیسے زن مرید ہو تم شاذان۔ ایک عورت کے آگے بے بس ہو گئے ہو۔ کیا یہی تمہاری مردانگی ہے۔ کیا اسی کو ــــ"
"مردانگی اپنا وعدہ پورا کرنے میں ہی ہے شامی۔" وہ اس کی بات تیزی سے کاٹ گیا تھا۔
"اور فرائض' کیا فرائض ادا کرنے کے لیے تم دوسرا جنم لینے والے ہو؟" احتشام کے پیروں سے لگی سر پر بجھی تھی۔
شاذان اس کی درجہ صاف گوئی پر مشتعل سا ہو گیا تھا۔ غصیلی نظریں اس پر ڈالتے ہوئے بولا "اسٹاپ اٹ احتشام۔ اب بس کرو۔ اس وقت میں مزید کچھ سننے کے موڈ میں نہیں۔ فی الحال صرف اتنا کہو کہ گریٹی کب تک یہاں رہیں گی؟" اس کے ضبط کا خول چٹخ گیا تھا۔
احتشام نے چند سیکنڈ اسے شاکی نظروں سے دیکھا اور پھر گھوم کر اپنی راکنگ چیئر پر جا بیٹھا۔ ایک فائل اٹھائی اور اس کے سامنے پٹخ دی۔
"یہ آپ کی پیشنٹ کی رپورٹس ہیں' انہیں دیکھ لیں۔ ڈسچارج کے متعلق آپ ڈاکٹر ہلگرامی سے بات کر سکتے ہیں۔ وہی ڈی سائیڈ کریں گے کہ کب ــــ"
سخت برگشتہ انداز میں کہہ کر احتشام انٹرکام کی طرف متوجہ ہو گیا تو شاذان ایک لمحے کو شرمندہ تو ہوا' مگر اپنی انا کی بات بھی رکھنی تھی سو پلٹ کر دروازہ کراس کر گیا۔
"اسٹوپڈ۔ ایک لڑکی کے آگے مکڑی بن کر ناچ رہا ہے۔ احمق کو اتنا اندازہ نہیں ہے کرسٹینا جیسی تو کئی لڑکیاں مل سکتی ہیں' مگر خلوص اور محبت سے گندھا گریٹی جیسا وجود ایک بار کھو دیا تو تا عمر پچھتانا پڑے گا۔"
اسے جاتا دیکھ کر وہ خود کلامی کے انداز میں بڑبڑایا۔
سرجن ہلگرامی کے روم میں فون ملا کر بولا۔ "جی شاذان آپ کی طرف آیا ہو گا اسے کولڈ ڈرنک پلائیں' ذرا دماغ ٹھنڈا کریں اس کا۔ میں آتا ہوں ذرا دیر میں۔"

☆ ☆ ☆

"اف خدایا! تمہیں تو سخت ٹمپریچر ہے ایما۔" یمنی نے مصافحہ کے لیے اس کا ہاتھ تھاما تو جھٹکے سے چھوڑتے ہوئے بولی۔
"نہیں' میں ٹھیک ہوں۔" بھاری آواز اور سرخ چہرے سمیت وہ ایک نظر میں ہی سخت بیمار نظر آ رہی تھی

مگر بضد تھی جھٹلانے پر۔

"دماغ تو درست ہے تمہارا۔ خاک ٹھیک ہو۔ پورا جسم تپ رہا ہے تمہارا اور چلی ہو آفس۔" عینی نے بری طرح لتاڑا تھا اسے۔

وہ سر جھکا کر چادر بستر سے اٹھانے لگی تھی جسے عینی نے جھپٹ لیا تھا۔ "خبردار جو گھر سے ایک قدم بھی باہر نکالا تو سر توڑ دوں گی تمہارا۔ کچھ خدا کا خوف بھی کرو۔ اس حالت میں آفس جاؤ گی تو کام کیا خاک کرو گی اور اگر طبیعت زیادہ خراب ہوگئی تو گھر تک آنا بھی مشکل ہو جائے گا۔" عینی نے آنکھیں نکالی تھیں اس پر۔

مگر ادھر مطلق اثر نہ تھا۔ نرمی سے چادر اس کے ہاتھ سے لے لی۔ "پلیز عینی، تم تردد مت کرو۔ آج آفس جانا بے حد ضروری ہے۔ آج سیلری ڈے ہے، تمہیں معلوم ہے کہ پھپھو ایک ہفتے سے پیسوں کا تقاضا کر رہی ہیں۔ میں آج نہیں جاؤں گی تو ——"

"تو قیامت نہیں آجائے گی۔ تمہاری بے حس اور جلاد پھپھو پر تو میں دو مرتبہ لعنت بھیجتی ہوں—— بلکہ تم——"

"اف یہ کیا کہہ رہی ہو عینی۔" وہ تڑپ کر آگے بڑھی تھی۔ اس کے منہ پر ہاتھ رکھ کر عاجزی سے بولی "پھپھو سامنے والے کمرے میں موجود ہیں۔ سن لیں گی تو ہڈیاں توڑ ڈالیں گی میری۔" خوف و دہشت سے وہ لرز سی گئی تھی۔

عینی کا پارہ مزید چڑھ گیا۔ اس کا ہاتھ جھٹک کر اسے زبردستی بستر پر بٹھایا۔ "سنتی ہیں تو سن لیں۔ میری طرف سے دو روٹی زیادہ کھائیں۔ رہ گئی ہڈیاں توڑنے کی بات تو پہلے ہی کچھ کم تشدد کیا ہے انہوں نے تم پر۔ سچ ایما تمہاری جگہ اگر میں ہوتی تو عورتوں کے تھانے میں جا کر ایف۔ آئی۔ آر کٹواتی ان بیگم جلاد کی۔ ساری طراری ہوا ہو جاتی۔" اب کے اس کے جڑے ہوئے ہاتھ دیکھ کر بمشکل عینی نے اپنا والیم کم کیا تھا۔

"ایسی باتیں مت کرو عینی۔ ایک پھپھو ہی تو میرا واحد سہارا ہیں۔"

"فضول مت بکو۔ سہارا صرف اللہ تعالیٰ کا ہوتا ہے، جس کا کوئی نہیں اس کا خدا ہے۔ تم خود کو پھپھو کی چلچلاتی دھوپ ایسے سائے میں محفوظ سمجھ کر غلطی کر رہی ہو۔ تمہاری پھپھو کو تم سے نہیں، تمہاری تنخواہ اور تمہارے بابا کے چھوڑے ہوئے اس مکان سے محبت ہے۔ اسی لیے وہ تمہاری اس موٹے بھوت سے شادی کرنا چاہتی ہیں، تاکہ تم جاؤ تو مکان ان کے نام ہو جائے۔ ساتھ ہی اچھی رقم بھی ہاتھ لگے جو وہ بھوت تمہاری قیمت کے طور پر دینے کو تیار ہے۔"

عینی جلے دل سے بولتی چلی گئی تھی۔ ایما پلکیں جھپک کر آنسوؤں پر بند باندھنے کی کوشش میں نڈھال سی ہوگئی۔

بعض حقائق تو اس قدر تلخ ہوتے ہیں کہ انسان جب جب ان کا سامنا کرتا ہے، اذیت سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ یہی سنگین حقیقتیں تھیں جنہیں وہ قصداً نظرانداز کیے ہوئے تھی، مگر عینی کبھی کبھی اس بے دردی سے اسے کانٹوں میں گھسیٹتی کہ اس کا پورا وجود لہولہان ہو جاتا۔

اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتی، پھپھو کی کاٹ دار آواز سنائی دی۔ "ایما۔ ابھی تک یہیں کھڑی ہو۔ آفس نہیں جانا کیا؟"

آواز تھی کہ صور اسرافیل۔ وہ اپنی ساری ہمتیں مجتمع کرتی بمشکل اٹھ کھڑی ہوئی "کوئی ضرورت نہیں تمہیں جانے کی۔ لیٹ جاؤ۔ سچ ایما تمہاری طبیعت بہت خراب ہے۔"

عینی نے انتہائی نفرت اور غصے سے سامنے والے کمرے کی طرف دیکھا اور اس سے ملائمت اور ہمدردی سے بولی: "پلیز عینی تم فکر مت کرو، میں ٹھیک ہوں۔ آج سیلری مل جائے گی تو راستے میں ڈاکٹر کو بھی دکھاتی آؤں گی۔ فی الحال تم چلنے کی کرو۔ دیکھو تو کتنی دیر ہوگئی ہے، کہیں بس ہی نہ نکل جائے۔"

اس نے کچھ اس عاجزی اور لجاجت سے کہا کہ عینی بادل نخواستہ تیار تو ہوگئی، مگر راستے بھر اس کی بڑبڑاہٹ رکی نہیں۔ پھپھو کو تقریباً ہر طرح کے لقب سے پکارنے کے باوجود اسے سکون نہیں آتا تھا۔

ایما کا بخار اب حد سے تجاوز کرتا جا رہا تھا۔ سو وہ سرخ چہرہ لیے خاموش بیٹھی رہی حتیٰ کہ آفس آگیا "شاذان کنسٹرکشن کمپنی" کی سہ منزلہ عمارت اپنے اسی طمطراق سے سامنے کھڑی تھی۔

وہ دونوں اتریں تو ایک لمحے کو ایما کا سر بری طرح چکرا گیا۔ بمشکل ساتھ چلتی عینی کا کندھا تھاما۔

"دیکھا' کہا تھا نا میں نے کہ مت چلو آفس' مگر تم اپنی پھپھو سے کم ضدی نہیں ہو۔" عینی کا غصہ ایک بار پھر ساتویں آسمان کو چھونے لگا تھا۔ اسے ساتھ لیے دس باتیں سناتی وہ اندر آئی تو آفس میں کھلبلی سی مچی محسوس ہوئی۔

"خیریت تو ہے۔ آج کیا خاص بات ہے؟" عینی کو فکر لگ گئی تھی۔ آگے بڑھ کر صدف سے پوچھا۔

"آج شاذان صاحب آ رہے ہیں۔ وہ بھی پورے چھ ماہ بعد۔ صبح ہی صبح یہ اطلاع ملی ہے اس لیے سب بوکھلا رہے ہیں۔ کوئی شے ٹھکانے پر نہیں ہے۔" صدف سے مفصل اطلاع ملی۔

"اوہ!" وہ دونوں ایک دوسرے کو دیکھنے لگیں۔ ایما کی تو جیسے تلوؤں سے زمین ہی نکل گئی تھی۔

"مگر شاذان صاحب نے اچانک یہاں آنے کا پروگرام کیسے بنا لیا؟ پچھلی بار وہ کراچی آئے تھے جب تو اس طرف آنے کی ضرورت محسوس نہ کی تھی انہوں نے۔" عینی نے اسے ایک طرف بٹھا کر سوال جواب شروع کر دیئے تھے۔

"ہاں بس پچھلی بار تو وہ صرف تین چار دن کے لیے آئے تھے ناں' مگر اس مرتبہ تو سنا ہے کہ ان کی دادی سخت بیمار ہیں۔ ہاسپٹل میں داخل کرا رکھا ہے اس لیے ابھی کچھ دن یہاں رکیں گے۔ شاید بوریت سے بچنے کے لیے یہاں آ رہے ہوں۔" صدف نے کندھے اچکاتے ہوئے بتایا۔

"مگر ان کی اس "تفریح" میں ہمارے ساتھ بہت برا ہونے والا ہے۔ دیکھنا آج تو سیلری نہیں ملنے والی۔ جی۔ ایم صاحب کے تو چہرے پر ہی ہوائیاں اڑتی نظر آ رہی ہیں۔"

اپنے کیبن سے ایم۔ ڈی کے کیبن کی طرف بوکھلائے ہوئے انداز میں جاتے ہوئے قریشی صاحب کو دیکھ کر عینی نے مایوسی سے کہا تو ایما کی بقیہ جان بھی نکل گئی۔

"کیا بہت غصیلے اور تند مزاج کے آدمی ہیں۔ ایم۔ ڈی؟" گھبراہٹ میں اٹھ کر وہ بھی صدف اور عینی کے پاس کھڑی ہو گئی تھی۔

"تو تمہیں نہیں معلوم؟" صدف نے حیرانی سے اسے دیکھا۔

"نہیں یار! اسے ابھی صرف چار ماہ ہی تو ہوئے ہیں یہاں جاب کرتے ہوئے۔ شاذان صاحب سے آج پہلی مرتبہ ملاقات ہوگی۔" عینی نے اطلاعاً" بتایا تو صدف نے اسے ترحم آمیز نظروں سے دیکھا۔

"ذرا ہوشیار رہنا' خاصے خردماغ آدمی ہیں۔ اسی وجہ سے آج تک ان کی سیکریٹری کی سیٹ پر جو بھی لڑکی آئی' ایک ماہ میں ہی ریزائن کر گئی یا پھر انہوں نے خود اسے ٹرمینیٹ کر دیا۔ تمہاری تو لک اچھی ہے کہ چار ماہ سے اس پوسٹ پر ٹکی ہوئی ہو۔" صدف کا تبصرہ اسے سما گیا۔

"مگر قریشی صاحب تو بہت اچھے ہیں' وہ تو کبھی نہیں ڈانٹتے۔"

"قریشی صاحب کی بات اور ہے۔ وہ شاذان صاحب کے جڑواں بھائی نہیں کہ ان کی جیسی عادات کے حامل ہوں' مگر دیکھو ایما تم ذرا خیال سے رہنا۔ جانتی ہو نا کتنی مشکلوں اور سفارشوں کے بعد تمہیں یہ جاب ملی ہے۔ اسے گنوانا تمہارے لیے سخت نقصان دہ ہوگا۔ خصوصاً ایسے حالات میں جبکہ تمہاری پھپھو تمہیں بنا پیسے کے ایک منٹ برداشت کرنے کی روادار نہیں۔" صدف کی دیکھا دیکھی عینی بھی اسے سرا سیمہ کیے دے رہی تھی۔

"تو پھر میں کیا کروں؟" وہ رو دینے کو تھی۔

"کچھ ایسا خاص تردد کرنے کی ضرورت نہیں۔ بس ذرا ایکٹو رہنا۔ یوں بھی تم جیسی دبو لڑکی کو سیکریٹری کی فل ٹائم ایفی شینسی کی متقاضی دیکھ کر تو یوں بھی غصہ آ جائے گا۔" صدف نے پھر کڑا تبصرہ کیا۔

بخار نے کچھ کم نقاہت پیدا کی تھی اس پر مستزاد یہ صورت حال۔ وہ سر پکڑ کر بیٹھ گئی۔

"اب یہاں کیا کر رہی ہو' چلو جلدی سے اپنے روم میں جاؤ۔" عینی نے اسے ہاتھ پکڑ کر کھینچا تو وہ چونکی۔

"اوہ میرے خدایا! صدف اسے تو بہت تیز بخار تھا۔ سچ یہاں آ کر تو میں بالکل ہی بھول گئی۔ ایسا کرو کہ پہلے ایما کے لیے دوا کا انتظام کرو جب تک میں اسے اس کے روم میں چھوڑ کر آتی ہوں۔"

صدف کو سک روم کی طرف دوڑانے کے بعد وہ اسے لے کر ایم۔ ڈی کے کیبن کے ساتھ ملحقہ کمرے میں آئی۔ ایما کی حالت دیدنی تھی۔ اسے اپنی جاب ختم

ہوتی محسوس ہو رہی تھی۔

"یمنی! اب میں کیا کروں؟ سچ مجھے تو بہت خوف آ رہا ہے۔" چادر ایک طرف رکھتے ہوئے اس نے دوپٹہ سلیقے سے شانوں پر پھیلایا تھا، مگر چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ یمنی کو یک بیک اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ اسے کچھ زیادہ ہی ڈرا دیا تھا انہوں نے۔ بخار کی سرخی اب خوف کی سفیدی میں تبدیل ہو گئی تھی۔

"کم ان ایما۔ اب ایسی بھی خونخوار مخلوق نہیں ہیں وہ۔ بس ذرا انگلینڈ سے آئے ہیں نا تو زیادہ ہی بھڑ دیتے ہیں، مگر تمہیں ان کے رعب میں زیادہ آنے کی ضرورت نہیں۔ ایسے لوگ بولڈ لڑکیوں سے متاثر ہوتے ہیں۔ تم بھی ذرا بہادری اور اعتماد سے کام کرنا۔" اس کا ہاتھ ہمدردی سے تھامتے ہوئے اب وہ اسے تسلی دے رہی تھی۔ گرہتا رہی تھی۔

"مگر میں یہ سب نہیں کر سکتی یمنی۔ تم اچھی طرح جانتی ہو۔ میرا تو ابھی انٹر کا رزلٹ بھی نہیں آیا۔ یہاں تو تمہارے بابا کی سفارش سے یہ جاب مل گئی تھی اگر یہاں سے نکال دیا گیا تو پھپھو تو۔۔۔" کچھ بیماری اور کچھ فطری بزدلی نے اس کے ہاتھ پاؤں پھلا دیئے تھے۔ بے بسی سے کہتے کہتے وہ جیسے رو پڑی تھی۔ یمنی کو تو لینے کے دینے پڑ گئے۔

"پلیز ایما تم خود کو سنبھالو۔ ایسا کچھ نہیں ہوگا۔ تم ایک اچھی ورکر ہو، گزشتہ چار پانچ ماہ سے جی۔ ایم صاحب کے ساتھ کام کر رہی ہو۔ میں یقین سے کہہ رہی ہوں کہ وہ تمہارا خیال ضرور کریں گے اور۔۔۔"

"یمنی چلو جلدی اپنی سیٹ پر، قریشی صاحب خفا ہو رہے ہیں۔"

صدف دھڑ سے دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئی تو اپنی اسے "سب ٹھیک ہو جائے گا" کی تسلی دیتی بخار کے لیے ٹیبلٹ اور پانی پکڑا کر باہر چل دی کہ بہرحال نوکری تو اسے بھی عزیز تھی۔ وہ تو یہ تھا کہ یمنی کے والد کی بہت اچھی ریپوٹیشن اور ایمانداری کے باعث قریشی صاحب نے ان کی بیٹی یمنی اور پڑوسی ایما کو جاب دے دی تھی ورنہ درحقیقت دونوں لڑکیوں کی تعلیم دی گئی پوسٹ کی مطلوبہ کوالی فیکیشن سے کم تھی۔

یمنی نے ابھی تھرڈ ایئر کا امتحان دینا تھا جبکہ ایما کا ابھی تک انٹر کا رزلٹ بھی آؤٹ نہیں ہوا تھا۔

یمنی چلی گئی تو وہ میز سے سر ٹکا کر بیٹھ گئی۔

پھپھو اور شازان حیات علی دونوں کا خیال اسے کسی عفریت کی طرح شکنجے میں لئے ہوئے تھا، مگر زیادہ دیر ہاتھ پہ ہاتھ دھرے بیٹھ نہ سکی۔ کل کا کچھ بقیہ کام تھا جسے پورا کرنے کی ہمت کرتے ہوئے اس نے آغاز کر ہی دیا۔

ذرا دیر بعد ہی انٹرکام پر قریشی صاحب نے اسے ایم۔ ڈی کے آفس میں بلایا تو وہ لرزتے ہاتھوں سے ریسیور رکھ کر سر تھامتے ہوئے بیٹھ گئی۔

"اب کیا کروں۔ میرا تو سر چکرا رہا ہے۔ اس پر خوف کی وجہ سے میں تو بول بھی نہیں پاؤں گی۔ قریشی صاحب نے بھی تو پہلے سے کچھ سمجھایا نہیں۔" وہ سخت گھبرا رہی تھی۔

مگر جانا تو تھا۔ پچھلے چار ماہ میں اس نے یہاں کا سب کام سیکھ لیا تھا۔ ضرورت ایجاد کی ماں ہے اور اسے اس نوکری کی اشد ضرورت تھی، لہٰذا اس نے اپنی تمام تر صلاحیت بروئے کار لا کر قریشی صاحب کو مطمئن کر دیا تھا لیکن اب اس نئی صورت حال سے وہ سٹپٹا رہی تھی۔

کیبن میں داخل ہوتے ہوئے وہ اپنا بخار بھول چکی تھی۔ محض "اب کیا ہوگا؟" کی فکر سر پر سوار تھی۔ کمرے کا یخ ماحول اس کے حواس اور بھی منجمد کیے دے رہا تھا۔

"گڈ مارننگ سر۔۔۔"

اندر داخل ہوتے ہی اس نے لرزیدہ آواز اور میکانکی انداز میں کہا تھا۔ شازان سمیت قریشی صاحب بھی چونکے۔

"جی سر! یہ ہیں آپ کی نئی پی۔ اے مس ایما شاہنواز۔۔۔ پچھلے چار ماہ سے یہاں جاب کر رہی ہیں اینڈ شی از آ گڈ ورکر۔۔۔"

قریشی صاحب کی تعریف پر اسے کچھ سکون ملا تھا، مگر جونہی نظر اٹھا کر سامنے بیٹھے ایم۔ ڈی کو دیکھا، سارا اطمینان رخصت ہو گیا۔ شازان بے حد سنجیدگی سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"یو بی سیٹ ڈاؤن مس۔۔۔ ایما۔۔۔"

اس کے گھبرائے ہوئے انداز پر اس نے کرسی کی طرف اشارہ کیا تو وہ چپ چاپ بیٹھ گئی۔

"کیا کوالی فیکیشن ہے آپ کی؟"

بیٹھتے ہی سوال ہوا تھا۔ اس نے کچھ تفکر سے قریشی

صاحب کی طرف دیکھا جنہوں نے آنکھوں ہی آنکھوں میں اسے تسلی دی تھی' مگر اس کی یہ حرکت شاذان کی عقابی نظروں سے بچ نہ سکی تھی۔ (ایک اور انٹرویو۔۔۔ یاخدایا مجھے کامیاب کرنا)

"جی۔۔۔ ایف۔ ایس۔ سی۔"

"واٹ۔۔۔" جانے وہ حیران ہوا تھا یا غصہ۔

وہ اپنی جگہ کانپ سی گئی۔ آنکھوں میں نمی جمع ہونی شروع ہوگئی تھی۔

"سر یہ بہت ہارڈ ورکنگ لڑکی ہے۔ میں نے ان کے بیک گراؤنڈ کی وجہ سے انہیں جاب دی ہے۔ تعلیم کم ضرور ہے' مگر یہ بہت انٹیلی جینٹ ہے اور آگے بھی تعلیم کنٹی نیو کرے گی۔"

قریشی صاحب نے شاذان کے تیور دیکھے تو بجلت بولے۔ اس نے کن انکھیوں سے دیکھا۔ شاذان بہت تند اور تیکھے تیوروں سمیت قریشی صاحب کو سن رہا تھا۔

"بٹ قریشی صاحب' دس از مائی آفس۔ یہ کوئی فلاحی ادارہ یا این۔ جی۔ او نہیں ہے۔ یو مسٹ کنسیڈر دا رولز۔

(You must consider the rules.)

ان کے خاموش ہونے پر وہ سخت لہجے میں بولا اور پھر اس کی طرف مڑا۔

"لسن مس ایما۔ ہمارے یہاں اس پوسٹ کے لیے کم از کم گریجویٹ ہونا ضروری ہے۔ آپ کی اتنی تعریف پر یہی ہو سکتا ہے کہ ہم آپ کو کہیں اور ایڈجسٹ کر دیں۔ سو میک اپ یور مائنڈ۔ میں کل یا پرسوں تک آپ کو بتادوں گا مگر جب۔۔۔"

"پلیز سر! آپ میرا کام تو دیکھیں۔ آئی ایم شور آپ کو مایوسی نہیں ہوگی۔"

ساری ہمتیں مجتمع کرکے وہ محض اتنا ہی کہہ سکی۔ وہ بھی قریشی صاحب کے اشارے پر ورنہ تو وہ خاموشی سے اٹھ آنے میں ہی عافیت کر رہی تھی۔

شاذان نے اپنی بات مکمل نہ ہونے پر قدرے ناراضگی سے اسے دیکھا تھا۔ تاہم اسے کچھ حیرانی ہوئی تھی۔ غالباً اس کے بولنے کی امید نہیں تھی۔ اب کے بغور اسے دیکھا۔

سیدھی مانگ والے سادہ سے بال بنائے سفید شلوار سوٹ پر گلابی کڑھائی والے دوپٹے کو سلیقے سے شانوں پر جمائے اس کی شخصیت خاصی اجلی لگ رہی تھی۔ آنکھوں میں متضاد تاثرات رقم تھے۔ تو چہرے پر فقاہت کے واضح شواہد موجود نظر آرہے تھے۔ انٹر کے حساب سے عمر بھی اٹھارہ انیس سال کے لگ بھگ تھی۔

"ہوں۔" وہ کچھ سوچ کر کرسی کی پشت سے ٹیک لگاتے ہوئے اسے دیکھنے لگا "آپ کو کیسا لگتا ہے' کیا آپ خود کو منوا سکیں گی۔"

گہری سنجیدہ نظریں براہ راست اسے حصار میں لیے ہوئے تھیں۔ وہ نروس سی ہوگئی "آئی ول ٹرائی مائی لیول بیسٹ سر۔"

مرتعش سا غنائیہ لہجہ تھا۔ شاذان نے گہری سانس لی' پھر سیدھا ہو بیٹھا۔ جانے اسے کس چیز نے متاثر کیا تھا۔ سرہلا کر بولا۔

"او کے اگلے ایک ہفتے تک میں آپ کو ٹرائل پر رکھ رہا ہوں۔ اس کے بعد کا فیصلہ آپ کے ٹیلنٹ پر ڈیپنڈ کرتا ہے۔ ناؤ یو مے گو۔ ضرورت پڑی تو میں کال کرلوں گا۔"

"جی سر۔۔۔" اسے لگا جیسے سات دنوں کی مہلت نہیں اسے ہفت اقلیم کی دولت مل گئی ہو۔ خوشی کے بے پایاں احساس کو چھپاتے ہوئے وہ اٹھ کھڑی ہوئی' تاہم اس کی ہلکی سرمئی آنکھیں چمک اٹھی تھیں۔

شاذان نے اسے دیکھا وہ متشکر تھی مگر کہہ نہیں پا رہی تھی' لہٰذا جاتے جاتے اس نے بہت ممنونیت سے ان دونوں کو دیکھا تھا۔ قریشی صاحب بردباری سے مسکرا دیئے جبکہ شاذان کچھ عجیب سا محسوس کیے بنا نہ رہ سکا۔

یہ انداز یہ آنکھیں اس نے کہیں دیکھی تھیں۔

مگر کہاں؟ اس وقت یاد نہیں آسکا۔

"تھینک یو سر! آپ نے ایک ضرورت مند لڑکی کا خیال کرلیا۔ ان فیکٹ یہ بچی ہمارے بہت پرانے ورکر کی بیٹی ہے۔ ایک حادثے میں وہ بیچارہ پیرالائز ہوگیا تو جاب اسے چھوڑنی پڑی' تاہم آپ کے والد صاحب نے جہاں تک ہو سکا علاج معالجہ کے لیے فائنشل ہیلپ کی تھی۔ اس وقت یہ بچی بہت چھوٹی تھی۔ انٹر کے بعد بڑی امید سے یہاں آئی تو میں نے یہ سوچ کر جاب دے دی کہ یہاں کا ماحول اچھا ہے۔ نجانے اسے کہیں اور کیسا ماحول میسر آئے؟ ایسے معصوم وجود مٹی میں رل جائیں تو معاشرے کا اجتماعی نقصان ہے۔" قریشی صاحب بڑی

شفقت سے اس کا ذکر کرتے ہوئے آبدیدہ ہو گئے تھے۔
شاذان اپنی ذہنی الجھن کے باوجود انہیں سن رہا تھا۔ کچھ متاثر ہوا' مگر پھر انہیں دوسری طرف متوجہ کرتے ہوئے بولا۔
"اٹس اوکے قریشی صاحب! فی الحال تو آپ مجھے پچھلے چھ ماہ کی مکمل رپورٹ پیش کریں۔"
"وہ تو جی میں نے آپ کو کینیڈا بھجوائی ہے۔ ہر ماہ باقاعدگی سے۔"
"ہوں۔۔۔ مگر میں فی الحال اکاؤنٹس کی بات کر رہا ہوں۔ آئی وانٹ ٹو چیک آل دا اکاؤنٹس' آل رائٹ ناؤ۔" انگلی اٹھا کر اس نے حکمیہ کہا تو قریشی صاحب سر ہلاتے باہر چل دیئے۔
پھر پورا دن اسی کام کی نذر ہو گیا۔ شاذان کی چیکنگ کے سلسلے میں بہت سی نااہلیاں ثابت ہوئیں' چنانچہ اس کا سخت نوٹس لیا گیا۔ ایما کے لیے یہ منظر بہت دہشت انگیز تھا۔ کچھ دیر پہلے جو امید اس کے اندر پھول کھلا گئی تھی' کسی چراغ کی مانند بجھ سی گئی۔ تاہم سیلری مل جانے کے باعث ٹینشن نسبتاً کم ہو گئی تھی۔
"خیریت اب کیا پریشانی ہے' تم اتنی ٹینس کیوں ہو رہی ہو؟"
واپسی پر عینی نے اس کا موڈ نوٹ کر لیا تھا۔ بخار تو قدرے کم تھا۔ سیلری بھی مل گئی تھی' لہٰذا اسے اس کے اس طرح منہ لٹکانے پر حیرت ہو رہی تھی۔ جواباً" اس نے ساری کتھا کہہ سنائی۔
"پتا نہیں عینی! مجھے کوئی خاص امید نہیں۔ یہ ایم۔ ڈی تو بہت ہی سخت مزاج ہیں۔ ذرا ذرا سی بات پر آج لوگوں کو بری طرح ڈانٹ رہے تھے۔" وہ خاصی مایوس ہو رہی تھی۔
"ڈپٹ ہی رہے تھے نا' جاب سے نکالا تو نہیں۔ تمہیں بھی زیادہ فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔ یوں کرنا کہ ان سات دنوں میں کوئی وظیفہ پڑھ کر دعا مانگ لینا بلکہ وظیفے سے یاد آیا کہ کوئی وظیفہ ایسا بھی پڑھ لو جس میں تمہاری پھپھو انا للہ ہو جائیں۔" عینی اطمینان سے کہتے ہوئے پھر پٹڑی بدل گئی تھی۔ پھپھو سے تو اسے للہ بیر تھا۔
"ایسے مت کہو عینی۔ بابا کے بعد پھپھو ہی تو میرا واحد سہارا ہیں۔ وہ اگر گاؤں سے آ کر مجھے سہارا نہ دیتیں' تو اتنے بڑے شہر میں کہاں جاتی؟"
"بس تمہاری ان ہی باتوں نے انہیں خود کو خدا سمجھنے پر مجبور کر دیا ہے' مگر قصور تمہارا نہیں' تمہاری عمر کا ہے۔ اس عمر میں ہر پیڑ کی چھاؤں اپنی لگتی ہے۔ وہ تو بعد میں سمجھ میں آتا ہے کہ جب تجربے کے پتھر پڑ جاتے ہیں۔" عینی نے اسے ٹھور کر کہا تو وہ خاموشی میں ہی عافیت جان کر چپ ہو رہی۔
پھپھو کے رویئے سے متعلق عینی کی رائے سے وہ بھی متفق تھی مگر اسے پھپھو کے احسان بھی یاد تھے کہ بابا کی علالت کے دوران پڑھائی اور کم عمری کے باعث وہ ان کی اس طرح دیکھ بھال نہیں کر سکتی تھی جیسے پھپھو نے کی۔ اب اس "خدمت" کے پیچھے جو بھی "نظریہ" کارفرما رہا' اس سے قطع نظر وہ پھپھو کی ممنون تھی' بلکہ اب بھی ان کے تمام تر تشدد اور لالچ کے باوجود وہ انہیں چاہتی تھی۔
پیسہ کس کی ضرورت نہیں؟ پھپھو بھی مجبور تھیں' گھر کے خرچ اور دیگر ضروریات کے لیے انہیں پیسوں کی ضرورت رہتی تھی اور اس کے لیے صرف ایما ہی وہ ہستی رہ گئی تھی گھر میں جو کما سکتی تھی۔ پھپھو تو خود گاؤں کے ماحول کی پروردہ تھیں' تاہم شہر آ کر ان کے طور طریقے اور سوچ میں بڑا فرق آ گیا تھا۔
محض دو افراد کا خرچ کتنا ہو سکتا ہے' مگر پھپھو کو زیادہ کی ہوس رہتی تھی اور اس نے کبھی پلٹ کر پوچھا نہیں کہ جب گھر میں زیادہ تر دال روٹی ہی بنتی ہے تو اتنی تنخواہ کہاں جاتی ہے؟ ایک آدھ ٹیوشن بھی وہ پڑھاتی تھی' اس کی بھی فیس ملتی تھی' مگر وہ سب پھپھو اس سے اس کا جہیز بنانے کے لیے ہتھیا لیا کرتی تھیں۔ اب اس سے کتنا جہیز بنتا تھا' وہ جانتی تھی۔ وہ احمق یا نادان نہیں تھی کہ سمجھ نہ سکے آخر کو اتنے پیسوں کا کیا ہوتا ہے' مگر خود کو بہلا لیا کرتی کہ پھپھو واحد رشتہ دار رہ گئی تھیں اس کی۔
ان کے علاوہ عینی تھی جو اس کی بچپن کی دوست تھی۔ بابا کے دوست اور پڑوسی چاچا بشیر کی اس لڑکی سے اسے بہت انسیت تھی۔ عینی بھی اپنی عمر کے بڑے پن کے باعث اکثر اسے سمجھاتی رہتی تھی' مگر یہاں اثر نہیں تھا۔ وہ احمقوں کی جنت میں رہنے پر راضی و مسرور تھی۔

☆ ☆ ☆

ڈاکٹر بلگرامی کے بہترین علاج کے پیش نظر گریٹی اگلے ہفتے ہی گھر آگئیں' تاہم اس مرتبہ کمزوری اس قدر ہوگئی تھی کہ ڈاکٹرز نے بے حد احتیاط کی تاکید کی تھی۔ شاذان ندامت اور تاسف سے سر نہیں اٹھا پا رہا تھا کہ گریٹی کا بی۔پی اب تک نارمل نہیں تھا۔

گو کہ کرسٹینا اور اس کی ناراضگی کا خیال اغلب تھا' مگر گریٹی کی صحت کے پیش نظر اس نے واپسی کا پروگرام موخر کر دیا۔ اس دوران آفس بھی جانے لگا تھا۔ تاہم واپسی پر جلدی گھر آ جاتا۔ گریٹی کے لیے دوسری تجربہ کار نرس رکھ دی تھی لیکن پھر بھی اسے ان کی طرف سے فکر لگی رہتی تھی۔

اس شام بھی وہ جلد گھر آگیا۔ تین چار بار آفس سے فون کرتا رہا۔ نرس نے بتایا کہ گریٹی کی طبیعت آج کچھ گری گری سی ہے تو فوراً چلا آیا۔

"کیسی ہیں گریٹی۔"

چینج کیے بغیر وہ ان کے کمرے میں چلا آیا تھا اور گریٹی کی تو جیسے جان تھی اس میں۔ اسے دیکھ کر نقاہت کے باوجود مسکرا دیں۔ محبت سے بولیں:

"ٹھیک ہوں بیٹا' بس تمہیں دیکھ کر جیتی ہوں۔"

اس نے متاثر ہوتے ہوئے ان کے نحیف ہاتھ تھام لئے۔ "آج کا دن کیسا گزرا؟"

"اچھا گزر گیا' شام کو تم گھر آتے ہو تو بیٹا اسی انتظار میں دن کٹ جاتا ہے۔ ہاں جب چلے جاتے ہو تو مہینے نہیں کٹتے دن اور ہفتے نہیں گزرتے۔" اسے محبت پاش نظروں سے دیکھتے ہوئے وہ سرد آہ بھر کر رہ گئی تھیں۔ موضوع کچھ ایسا تھا کہ اس نے نظر چرا لی۔ وہ جانتی تھیں اس لیے نظرانداز کرتے ہوئے بولیں:

"تم نے کچھ کھایا یا اب کھانا لگواؤں؟"

"نہیں گریٹی بھوک نہیں۔ بس آپ سے باتیں کرنے کو دل چاہ رہا ہے۔ میں راستے میں یہی سوچتا ہوا آ رہا تھا کہ کہیں آپ سو نہ رہی ہوں۔ بٹ تھینکس گاڈ' ایسا نہیں ہے۔" گریٹی کی طبیعت بحال دیکھ کر اس کا تو جیسے سیروں خون بڑھ رہا تھا۔

گریٹی بردباری سے مسکرا دیں "ہاں بیٹا' بندے کو تنہائی اور خالی گھر کاٹنے کو ہی دوڑتا ہے۔ مجھے دیکھ لو' سارا دن تمہاری راہ تکتی ہوں۔ نوکروں کی لائن لگی ہے' مگر بات کرنے کو کوئی دوسرا شخص نہیں ملتا۔ تمہیں بھی اب گھر بسا لینا چاہئے شانی بیٹا۔ دیکھو یہ زندگی تنہا نہ کسی سے گزری ہے نہ گزر سکے گی۔ جاتے جاتے تمہاری اولاد کو دیکھ لوں' اس گھر کو بھول جائے۔ میرے ارمان پورے ہو جائیں تو سکون سے آنکھیں بند۔۔۔۔"

"پلیز گریٹی۔۔۔ آپ نے پرامس کیا تھا کہ ایسی کوئی بات نہیں کریں گی۔" اس نے یکدم ان کے ہاتھوں کو لبوں سے لگا کر شاکی لہجے میں یاد دہانی کرائی تو وہ اس کے بچپنے پہ ہنس پڑیں۔

"میرا پرامس یاد ہے' اپنا بھول گئے۔ یاد نہیں اپنے ڈیڈی سے تم نے وعدہ کیا تھا کہ ہمیشہ میرے فرمانبردار رہو گے؟"

"تو وہ تو میں ہوں؟" وہ بھی شرارت سے مسکرایا۔

"خاک فرمانبردار ہو۔ آج تک بہو کے لیے گھر کو اور مجھے ترسایا ہوا ہے۔ بیٹا نوکریاں' کاروبار تو سب لوگ کرتے ہیں' گھر بھی بناتے ہیں اس کے لیے الگ سے کوئی زندگی نہیں ملتی بندے کو۔ ساری عمر صرف پیسہ جوڑنے میں ہی نہیں گزارنا چاہئے۔"

"تو یہ میں نے کب کہا گریٹی؟" شادی کے بات پر وہ سنجیدہ ہو گیا تھا۔

"پھر کیا بات ہے؟ اتنی بڑی دنیا ہے تم تو ملکوں ملکوں گھومتے ہو' کیا کوئی لڑکی تمہیں ایسی نہیں ملی جو ہمارے خاندانی وقار اور تمہاری پسند کے مطابق ہو؟"

اب گریٹی نے بہت واضح الفاظ میں کہتے ہوئے گھیرا تھا اسے۔ وہ گہری سانس لئے ہوئے اٹھ گیا۔ (ملی تو ہے گریٹی میری پسند اور محبت سب کچھ وہی ہے مگر یہ خاندان اور اس کی روایات۔۔۔)

"تو اب چلے کہاں؟ میرے سوال کا جواب نہیں دو گے؟"

"آپ کے سوال کا کوئی جواب نہیں ہے میرے پاس گریٹی۔" وہ دوبارہ ان کے قریب آ بیٹھا تھا۔ چہرے سے ہی پریشانی اور پشیمانی جھلک رہی تھی۔ گریٹی نے شفقت سے اس کا ماتھا چوم لیا۔

"تو پھر یہ سارا معاملہ مجھ پر چھوڑ دو۔ میں نے بہت اچھے گھرانوں کی لڑکیاں دیکھی ہیں تمہارے لیے۔ تم ہاں تو کہو دیکھنا کیسی چاند سی دلہن لاؤں گی۔"

"پلیز گریٹی! کیا اس کے بغیر زندگی نہیں گزر سکتی؟"

نہ چاہتے ہوئے بھی وہ جھلا گیا تھا۔

گرینی ایک لمحے کو ہکا بکا رہ گئیں اور پھر ان کی آنکھوں میں نمی اور چہرے پر دکھ اتر آیا تھا۔ شاذان کو ان کا اس طرح دیکھنا اسے انگاروں پر دھکیل گیا۔

"آئی ایم سوری گرینی۔ میں ان فیکٹ کچھ ڈسٹرب تھا۔"

"وہی تو میں کہہ رہی ہوں بیٹا کہ شادی کر لو۔ عورت سے گھر کا دل و نظر کا سکون وابستہ ہوتا ہے۔ شوہر گھر آئے تو اپنی میٹھی مسکان سے وہ سارے درد' ساری تھکن سمیٹ لیتی ہے۔ بہت سکون اور طمانیت ہے اس کی ذات میں۔" وہ شرمندہ ہوا تو گرینی نے بردباری سے نظرانداز کر دیا۔ (کرسٹیا کا وجود ہے میرے لیے گرینی)

"جی گرینی۔" وہ تابعداری سے کہہ کر سر جھکا گیا۔

"تو پھر میں دیکھوں لڑکیاں!"

"اوہ کم ان گرینی۔" میں ایک شادی کے لیے راضی نہیں اور آپ "لڑکیاں" تلاش کر رہی ہیں۔ کیا بیک وقت ہی چار کرانے کا ارادہ ہے۔" اس نے فوراً موضوع کا رخ تھوڑا موڑ دیا تو گرینی مسکرانے لگیں۔

"بہو تو اس گھر کی ایک ہی آئے گی کہ اتنا مجھے معلوم ہے تم میں انصاف کرنے کا سلیقہ نہیں۔ ایک کو ہی نبھا دو تو بہت ہے۔ ہاں البتہ پوتے پوتیاں بھلے کتنے بھی ہوں؟" وہ بذلہ سنجی سے کہہ اٹھیں تو وہ قہقہہ لگا کر ہنس پڑا۔

پھر باتوں کا رخ دوسری جانب مڑ گیا۔ تو وہ کچھ دیر اور ان کے پاس بیٹھا رہا' تاہم اس روز اسے واضح طور پر اندازہ ہوا کہ گرینی اس کی شادی کے لیے واقعتاً" سنجیدہ ہو گئی ہیں اور یہ صورت حال اس کے لیے سخت پریشان اور فکر انگیز تھی۔

ایسے میں صرف احتشام کا کندھا ہی ایسا تھا جس پر سر ٹکا کر وہ دل کا بوجھ ہلکا کر سکتا تھا۔ سو اسے بھلا بھیجا۔ صبح میں اسے کچھ معروفیت تھی چنانچہ دوپہر میں آفس آنے کا وقت لے لیا۔

☆ ☆ ☆

"ہاں تو مس ایما۔ آپ کے پچھلے چار دن کے کام سے میں کافی سیٹس فائی ہوا ہوں' البتہ آپ کی کوالیفی کیشن ڈیفی شینسی (Deficiency) کی اگنور کرنا ہمارے لیے آسان نہیں۔" لیٹر ڈکٹیٹ کرانے کے بعد اس نے ڈائریاں اور پین وغیرہ اٹھاتی ہوئی ایما کو دیکھتے ہوئے اچانک ہی کہہ دیا تھا۔

بات خاصی خلاف توقع تھی' وہ کچھ چونک کر سنبھل گئی۔

شاذان کی نظریں اس پر ٹکی ہوئی تھیں جو سبز کاٹن کے سوٹ میں اپنا سادہ سا روپ لیے اور بھی پرکشش لگ رہی تھی خصوصاً" کم سنی اور ناتجربے کاری نے اس کے چہرے اور آنکھوں میں سادگی کا رنگ بھر دیا تھا۔ ایسے میں وہ حیرانی یا پریشانی سے سامنے والے کو دیکھتی دو آتشہ ہی لگتی تھی۔

"ج۔۔۔ جی۔۔۔" پلکیں جھپک کر اس نے بمشکل خود کو کنٹرول کیا۔ شاذان کو واضح طور پر اس کے مایوس ہو جانے کا احساس ہوا تھا۔ ہونٹ کاٹتے ہوئے اچانک اس نے کیا کچھ سوچ لیا تھا کہ چہرے پر تھکن اتر آئی۔

"جی۔۔۔ لہٰذا میں نے یہی ڈیسائیڈ کیا ہے کہ فی الحال آپ کو کلرک اسٹاف کے ساتھ اسی سیلری پر ایڈجسٹ کر دیا جائے اور جب آپ گریجویشن کر لیں گی تو پھر آپ کو اسی پوسٹ پر ممکن ہوا تو دوبارہ اپائنٹ کریں گے یا پھر آپ کی کوالیفی کیشن لیول پر کوئی دوسری پوسٹ آفر کریں گے کہ بہرحال آپ کے فادر میرے ڈیڈی کے قابل اعتماد ورکر رہے ہیں۔"

نظروں کو اس کے فسوں خیز سراپے سے علیحدہ کرتے ہوئے اس نے پروفیشنل انداز میں کہا تو وہ بے بسی سے ہونٹ چبا کر کھڑی ہو گئی۔ آج تو قریشی صاحب بھی نہیں تھے کہ ان کی موجودگی کی ڈھارس ہوتی۔ وہ کیا کہتی' خاموش رہ گئی۔

جاب اس کی ختم نہیں ہوئی تھی' مگر سبکی کا احساس ہوا تھا اسے جس نے آنکھوں میں کنکر سے بھر دیئے تھے۔

"میں چلوں سر۔" بمشکل خود کو کہنے پر اکسایا۔

"ہوں۔" شاذان کے لیے اس کا اس طرح خاموش ہو جانا متوقع تھا اس لیے بغور گہری نظر سے دیکھتے ہوئے اسے جیسے اجازت دی۔

لنچ ٹائم ہو چکا تھا۔ وہ سیدھی اپنے کمرے میں آئی تو سامنے بیٹھی مینی کو دیکھ کر اپنی آزردگی چھپا نہ سکی۔ مینی بھی عقابی نظریں رکھتی تھی۔ فوراً تاڑ گئی کہ معاملہ گڑبڑ ہے۔ پوچھنے پر اس نے حرف بہ حرف بتا دیا۔

"تو تو اس میں پریشان ہونے والی کون سی بات ہے۔ تمہیں تو سیلری سے مطلب ہونا چاہیے۔ بھلے۔۔۔"

"وہ تو ٹھیک ہے' مگر ایسا بھی تو ہو سکتا ہے شاذان صاحب مجھے یونہی بہلا رہے ہوں۔ اس پوسٹ سے ہٹا کر وہ مجھے جاب ہی سے نکال دیں۔ دوسری طرف پھپھو نے الگ پریشان کر دیا ہے۔" اسے مکمل طور پر فکر مند دیکھ کر عینی چونک سی گئی۔

"تمہاری پہلی بات سے تو میں ہرگز متفق نہیں۔ شاذان صاحب لاکھ غصہ ور اور سخت مزاج کے سہی لیکن اتنا میں جانتی ہوں کہ وہ زبان کے پکے ہیں۔ تمہیں کہیں نہ کہیں ایڈجسٹ کرنے کے لیے کہا ہے تو ضرور ایسا کریں گے' خواہ انہیں تم کو اپنے گھر میں خانساماں کی نوکری ہی کیوں نہ دینی پڑے' دیں گے ضرور۔"

سنجیدگی سے کہتے ہوئے وہ نیم مزاحیہ انداز میں بولتے ہوئے ہنس پڑی تو اپنے روم سے نکلتے ہوئے شاذان کی سماعتیں بلا ارادہ عینی کی طرف متوجہ ہو گئیں تو اپنے فل والیوم میں بات کر رہی تھی۔

"پلیز عینی مذاق مت کیا کرو۔ کیا ایک ایف۔ ایس۔ سی پاس لڑکی کو خانساماں کی جاب دینی چاہیے؟" وہ اپنے تفکر میں مذاق سمجھ رہی تھی' نہ مزاح' روہانسی ہو گئی۔

"نہیں یہ تو سراسر زیادتی ہے۔ تو چلو یوں کرو ان سے کہہ کر ان کے گھر میں ان کی دادی کی نرسنگ اپنے ذمے لے لو۔ سنا ہے بوڑھی خاتون ہیں' ثواب بھی ملے گا اور تنخواہ بھی۔" عینی بظاہر ہنسی لیکن درحقیقت وہ بھی کچھ کم پریشان نہیں تھی۔ ایما کے حالات اس سے بہتر کون جانتا تھا۔

"خدا کے لیے عینی تم چپ کر جاؤ' میرا دل پہلے ہی بہت پریشان ہے۔" اس نے جیسے ہاتھ جوڑ دیے۔

"کیوں؟ کیا پھر وہ بھوت آیا تھا تمہاری پھپھو کا جواب لینے؟" عینی نے بھنویں اچکاتے ہوئے قیاس لگایا تو وہ مجرمانہ انداز میں سر جھکا گئی۔ آنکھوں میں احساس بے بسی نے آنسو بھر دیے تھے۔

"اوہ!" عینی سیدھی ہو بیٹھی۔

"اب بتاؤ میں کیا کروں عینی؟" اس کی آواز بھیگ چلی تھی۔ "پھپھو تو کچھ سننے پر تیار نہیں۔ انہیں جلدی سوار ہو گئی ہے۔ دوسری طرف جاب بھی خطرے میں نظر آ رہی ہے۔"

"اور جاب ہاتھ سے جانے کا مطلب ہے کہ رشتہ بھی ختم ہو جانا کیونکہ وہ اور بلاؤ تم سے صرف جاب کی وجہ سے ہی شادی کر رہا ہے تاکہ خود پڑا گھر میں تمہاری کمائی پر عیش کرے۔ تمہارے بابا کا بنایا مکان اسی نظریئے سے اس نے پھپھو کے حوالے کیے رکھنے کا فیصلہ کیا ہے کہ ابھی تو شادی کر کے تمہاری کمائی پر عیاشی کرے اور اس کے بعد جب تمہاری پھپھو اس جہان فانی سے کوچ کر جائیں تو یہ مکان بھی ہاتھ آ جائے۔ یعنی خریدی ہوئی چیز بھی اپنی اور ادا کی ہوئی قیمت بھی واپس۔"

عینی کی صاف گوئی پر وہ واقعی سسک اٹھی۔

"پتا نہیں میرے ساتھ اب کیا ہونے والا ہے عینی۔ بابا کے انتقال کے بعد میں اتنی بے یارومددگار ہو جاؤں گی' مجھے اندازہ نہ تھا۔" میز سے سر ٹکا کر اب وہ باقاعدہ رو پڑی تھی۔ عینی بے چین سی ہو کر اس کے پاس اٹھ آئی۔

"پلیز ایما' اس طرح مت کرو۔ دیکھو رونے سے کوئی مسئلہ آج تک حل نہیں ہوا۔ چلو چہرہ صاف کرو۔ دیکھو کہیں کوئی آ نہ جائے۔"

باہر کھڑے شاذان حیات کی موجودگی سے یکسر بے خبر وہ دونوں اپنے آپ میں گم تھے۔ اندر خاموشی چھا گئی تو وہ چپ چاپ نچلی منزل پر بنے کرائنگ سیل کی طرف چل دیا۔ تاہم ذہن میں ایما کی سسکیاں اور عینی کے الفاظ اب تک گونج رہے تھے۔

"پتا نہیں یہ دنیا کہاں جا رہی ہے۔ محض چند مرلے کے مکان کے لیے لوگ انسانی جذبوں اور انسانی زندگیوں کا سودا کرنے لگتے ہیں۔ پھوپھی کا رشتہ کتنا قریبی اور کس قدر حقیقی و خونی رشتہ ہے' مگر اس میں بھی مطلب' مفاد پرستی اور خود غرضی کا زہر شامل ہو گیا ہے۔" کافی دیر تک اس سوچ نے اس کے ذہن کو منجمد کر رکھا۔

☆ ☆ ☆

لنچ کے بعد کافی دیر تک احتشام کا انتظار کرتا رہا' سو جونہی وہ آیا ساری بات اس سے کہہ سنائی۔

"ڈیٹس ویری گڈ۔ تو اب یہ بتاؤ کہ تم شادی کب کر

رہے ہو؟" زبردستی اس سے مصافحہ کرتے ہوئے وہ مزے سے پوچھ رہا تھا۔

شازان کی تیوریاں چڑھ گئیں۔ "بی سیریس احتشام۔ آئی ایم ریئلی ویری ٹینس۔ میں نے تمہیں یہاں یہ مذاق کرنے کے لیے نہیں بلایا۔"

"اوہ۔ میں سمجھا شاید چھوارے کھلانے کا ارادہ ہے۔"

وہ ہنوز اسی موڈ میں گویا ہوا تو شازان کی غصیلی نظریں اس پر جم گئیں جس کے باعث اسے سنجیدہ ہونا پڑا۔

"دیکھو شازان! ہمارے بزرگوں کا واحد اثاثہ ہم ہی ہیں' وہ اگر ہمیں محفوظ و مامون دیکھنا چاہتے ہیں تو یہ ان کا حق ہے اور ہمارا فرض ہے کہ انہیں خوشی اور سکون دیں۔ انکل کی ڈیتھ کے بعد گریٹی کا واحد خواب اور ارمان تم ہو۔ تمہاری خوشی' تمہاری شادی' تمہاری اولاد' تمہاری بیوی ان کی تمام تر سوچ انہی چار چیزوں کے گرد گھومتی ہے۔"

"مگر میری بھی تو کوئی سوچ' کوئی لائف ہے نا شایی۔" وہ تیزی سے بات کاٹ گیا تھا۔ احتشام نے اسے بھنویں اچکاتے ہوئے قصداً "خفگی کا تاثر دیا۔

"اگر تمہارا مطلب کرسٹینا سے ہے تو معاف کرنا یار' جس عورت نے تمہاری خاطر اپنا لائف اسٹائل تک نہ چینج کیا ہو' مذہب اور سوچ تو دور کی بات ہے' میں اسے گریٹی جیسی محبت کرنے والی ہستی سے کمپیئر نہیں کر سکتا۔ اٹس موسٹ ان فیئر۔ (Its most Unfair) اینڈ آئی ڈونٹ تھینک سو کہ وہ تمہارے ساتھ دور تک چل سکتی ہے۔ یار وہ ایک غیر مذہب اور شرم و حیا سے دور ایک ——"

"احتشام پلیز! تم شاید یہ بھول رہے ہو' میں نے تمہیں یہاں کرسٹینا کی شان میں قصیدہ پڑھنے کے لیے نہیں' گریٹی والے مسئلے کے حل کے لیے بلایا تھا۔"

ایک بار پھر وہی صورت حال تھی۔ شازان کے تیکھے تیور اور احتشام کا غصہ جسے اس نے بہ مشکل ضبط کیا۔

"تو تم گریٹی والے مسئلے کے لیے کیسا حل چاہتے ہو؟ ایسا جو تمہیں خوش کر سکے یا جو انہیں خوشی دے سکے۔"

"ایسا جس سے دونوں ہی باتیں ہوں۔" وہ بھاری لہجے میں بولا۔

"تو پھر یہاں شادی کرلو۔" احتشام نے اچانک ہی کہہ دیا تھا۔

"شایی تم ——"

"دیکھو شازان میں ابھی گریٹی کی طرف سے ہوتا ہوا آیا ہوں۔ جانتے ہو کیوں؟ انہوں نے بلایا تھا مجھے کہ تمہیں شادی کے لیے کنونس کروں۔ یار ان کی صحت بڑے نازک موڑ پر ہے۔ ہارٹ پرابلم از ناٹ آ جوک۔ تمہیں اسے سیریس لینا پڑے گا۔" احتشام نے اسے یہ سب کہہ کر جیسے کسی مشکل میں ہی ڈال دیا تھا۔

"ڈیم شٹ۔ اب میں گریٹی کو کس طرح سمجھاؤں؟"

"انہیں چھوڑو۔ خود کو کنونس کرو اور شادی کے لیے ہاں کہہ دو۔" احتشام نے سیدھے سبھاؤ سے مشورہ دیا جس میں حتمی پن موجود تھا۔

"شایی یو مسٹ بی جسٹ جوکنگ۔ تم اچھی طرح جانتے ہو کہ میں میرڈ بندہ ہوں۔ آل ریڈی شادی شدہ۔ مجھے اول تو کوئی اپنی بیٹی دے گا نہیں۔ دوسرے میں اس کے لیے راضی بھی نہیں۔" وہ چیختے ہوئے دوٹوک انداز میں کہہ اٹھا تھا۔

"راضی تو تمہیں ہونا ہی پڑے گا کیونکہ میں ایز آ ڈاکٹر تمہیں گریٹی کی صحت سے کھیلنے کی ہرگز اجازت نہیں دوں گا۔ سیکنڈلی رہ گئی لڑکی دینے کی بات تو آج کے دور میں تم جیسے ویل سیٹلڈ ویل آف اور ویل ایجوکیٹڈ بندے کو لڑکیوں کی کمی نہیں۔"

کرسی کی پشت سے احتشام نے سر ٹکاتے ہوئے اطمینان سے جواب دیا تو وہ خشمگیں نظروں سے اسے گھور کر کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ دروازے پر ہونے والی دستک نے توجہ مبذول کرائی۔

"یس۔ کم ان۔"

کہتے ہی دروازہ آہستہ سے کھلا۔

اندر آئی ایما کچھ جھجک سی گئی۔ احتشام نے بلا ارادہ اس کی طرف دیکھا۔

"وہ سر یہ آپ نے فائل منگوائی تھی۔"

شازان کے سخت لہجے میں "جی" کہہ کر سوالیہ نظروں سے دیکھنے پر وہ نروس ہو گئی تھی۔

"تھینکس۔ یہاں رکھ دیں اور ہاں ایمادو کافی کا آرڈر کریں اور کسی کو اندر نہ بھیجئے گا۔ اٹس آ پرسنل میٹنگ۔ او کے یو گو ناؤ۔" بہ مشکل اپنا لہجہ اس نے دھیما کیا تھا۔ احتشام کی حساسیت نے یہ محسوس کر لیا تھا۔

"آپ کی تعریف؟" اس کے جاتے ہی احتشام نے سوال کیا تھا۔

"پی۔اے ہیں میری۔" وہ بیزار سا ہو رہا تھا۔

"کیا واقعی۔ان بلیوایبل ــــ"

"ہاں بس یہ قریشی صاحب بھی ایسے ہی سلیکشن کر لیتے ہیں۔ کرسی میں آکر رکھ لیا ہے اسے۔ جسٹ ٹیل می کیا یہ لڑکی اس لائق ہے کہ پی۔اے بنایا جاتا؟" احتشام کے حیرت کا اظہار کرنے پر وہ بگڑتے ہوئے لہجے میں بولا۔

"نہیں۔ ایسی لڑکی واقعی اس سیٹ کے لیے موزوں نہیں۔ اسے تو گھر میں ہونا چاہئے تھا۔ کافی ینگ اور انوسنٹ ہے۔ یہ لعل و گوہر ضائع کرنے کے لیے نہیں مخمل میں لپیٹ کر محفوظ مقام پر رکھنے کے لائق ہوتے ہیں۔ جیسے لڑکی کے لیے اس کا گھر ــــ بائی دا وے کیا یہ میرڈ ہے؟"

توصیفی لہجے میں کہتے کہتے وہ سوالیہ ہو گیا تھا۔ چہرے پر اچانک کسی گہری سوچ کا تاثر در آیا تھا۔

"کم آن۔ تمہیں وہ میرڈ لگتی ہے؟ ہارڈلی ٹین ایجر ہے۔ اسکول گوئنگ بچوں جیسی تو شکل ہے اس کی۔ ذرا سا سخت لہجے میں پکار لو یا تیکھی نظروں سے دیکھ لو تو گویا میلٹ ہونے پر تل جاتی ہیں میڈم۔" شاذان نے اپنے مخصوص انداز میں کہا تھا۔ لہجے سے تعریف جھلک رہی تھی نہ تنقید۔

"ہوں۔ گویا اچھی لگی تمہیں۔" احتشام اب کے آگے کی جانب جھک آیا تھا۔ شاذان کے اندر خطرے کی گھنٹی بج اٹھی۔ گھور کر اس کی طرف دیکھا۔

"واٹ ڈو یو مین اچھی لگی۔ شی از مائی پی۔اے شای۔" "پی اے" پر بطور خاص زور دے کر بولا تھا وہ۔ "اور پی۔اے کا مطلب ہے پرسنل اسسٹنٹ۔"

"سو واٹ۔ بیوی سے زیادہ پرسنل اسسٹنٹ کون ہو سکتا ہے؟" وہاں سے اطمینان بھرا جواب موصول ہوا تھا۔ شاذان بری طرح بدکا۔

"احتشام تم حد سے بڑھتے جا رہے ہو۔ میں تمہیں ــــ"

"پلیز شاذان۔ پہلے سکون اور اطمینان سے میری بات سن لو۔" یکدم اس کی بات کاٹ کر احتشام سنگین حد تک سنجیدگی اختیار کر گیا تو اسے متوجہ ہونا ہی پڑا۔ احتشام کے لہجے میں اسے خاص بات محسوس ہوئی تھی۔ سوالیہ نظریں اس پر ٹکا دیں۔

"میں نے تم سے پہلے کبھی کچھ چھپایا نہیں مگر پچھلے دنوں ایک بات تم کو بتا نہیں سکا تھا۔"

"بات! کون سی بات۔"

"یہی بات کہ گرینی کی کنڈیشن بہت سیریس ہو گئی ہے۔ پچھلے بائی پاس کے باوجود ان کو اکثر انجائنا شروع ہو جاتا ہے۔ اس کے علاوہ ان کے لنگز (Lungs) دھیرے دھیرے کام چھوڑتے جا رہے ہیں ــــ" دھیمی آواز میں ڈاکٹر احتشام نظریں جھکائے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"واٹ شای! یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟" وہ شاکڈ رہ گیا تھا۔

"ٹھیک کہہ رہا ہوں شاذان۔ میں نے تمہاری پریشانی کے پیش نظر تمہیں اس وقت بتانا ٹھیک نہیں سمجھا، مگر اب تم سے چھپانا ممکن نہیں رہا۔ میں نہیں چاہتا کہ گرینی کوئی دکھ لے کر اس دنیا جائیں۔"

احتشام کے لہجے میں دکھ ہی دکھ گھلا ہوا تھا۔ شاذان نے انگلیاں بالوں میں پھنسا لیں۔

اپنی طبیعت کی لاپرواہی اور مزاج میں درشتی کے باوجود یہ سچ تھا کہ وہ گرینی سے بے پناہ محبت کرتا تھا۔ کرسٹینا اس کی زندگی میں تین سال پہلے آئی تھی جبکہ گرینی نے اسے دس سال کی عمر سے پالا تھا۔ جوان کیا تھا اپنے ہاتھوں میں۔ چار سال پہلے وہ پڑھنے گیا تو کرسٹینا نے اسے اپنے حسن کے جال میں پھنسا لیا۔ اور وہ اس کے راستے پر چل پڑا، مگر گرینی کی محبت اب بھی اس کے دل میں تھی۔

"اوہ مائی گاڈ۔" وہ حقیقتاً شدید دکھ محسوس کر رہا تھا۔ جن سے محبت ہوتی ہے۔ ان ہستیوں سے جدا ہونے کا خیال ہی رگوں میں بہتے خون کو منجمد کرنے لگتا ہے۔ دھڑکنیں تھمتی ہوئی محسوس ہوتی ہیں۔

"اسی لیے میرا مشورہ ہے کہ تم گرینی کے پاس زیادہ سے زیادہ وقت دو اور ان کی کوئی بات نہ ٹالو۔ مجھے دیکھو ممی کی زندگی میں کیریئر بنانے اور ایف۔ایس۔سی کرنے

کی دھن نے نے مجھے ان کے خوا بپورے کرنے کی مہلت نہ دی اور جب وہ اس دنیا سے چلی گئیں تب واپس آکر میں نے شادی کی' مگر یقین کرو شاذان آج بھی اپنے بچوں کو دیکھتا ہوں تو مما کی یاد دل کو آزردہ کر جاتی ہے کہ ان بچوں کو اپنی گود میں کھلانے کا ارمان لیے وہ ہم سب کو چھوڑ گئیں۔"

احتشام اپنی والدہ کو یاد کرکے آبدیدہ ہوگیا تھا۔ شاذان نے سر دونوں ہاتھوں میں تھامتے ہوئے اس کی طرف دیکھا پھر تسلی دینے کے انداز میں اس کے ہاتھ کو اپنے بھاری ہاتھ سے دبایا۔

"اسی لیے کہتا ہوں یار' وقت کی لگامیں تھام لے۔"

احتشام بمشکل مسکرا سکا تھا۔ شاذان نے گہری سانس بھر کر پشت کرسی کی بیک سے لگادی۔ خوشی بیماری کا سب سے اچھا توڑ ہے۔ گرینی کو تنہائی کے عذاب سے نکالو۔ تنہائی' ڈیپریشن کی جڑ بنتی ہے اور ڈپریشن سے ہی ان کا بی۔ پی نارمل نہیں رہتا۔ یہ لڑکی تمہاری پی۔ اے مجھے یکدم بے حد اچھی لگی ہے۔ سادہ اور گھریلو سی۔ ایسی لڑکی اگر تمہاری بیوی بنی تو یقیناً گرینی کی بہتر دیکھ بھال کر سکے گی۔ ساتھ ہی تمہیں بھی زیادہ پریشانی نہیں ہوگی تم کبھی کبھار لندن کا چکر بھی لگالیا کرنا۔"

شاذان کے چہرے سے قائل ہونے کا تاثر پڑھتے ہوئے احتشام نے آخری ضرب لگائی تو وہ چونکا۔ بے اختیار کہہ اٹھا۔

"مگر یہ کیسے ممکن ہے؟ میں کرسٹینا کی جگہ کسی کو نہیں دے سکتا۔"

"تو میں نے کب کہا کہ اس کی جگہ کسی کو دو' مگر کسی ایک کو زندگی میں شامل کرلینے سے اور دوسرے لوگوں کے لیے گنجائش تو ختم نہیں ہوجاتی۔"

احتشام اسے گہری سوچ میں ڈوبا چھوڑ کر خاموش ہوگیا تو وہ محض غائب دماغی سے اسے دیکھنے لگا۔ اسی دوران کافی آگئی تو وہ دونوں چپ چاپ اس کی طرف متوجہ ہوگئے۔

زندگی میں کئی مرتبہ ایسے مواقع آتے ہیں جب انسان کو اپنی ذات سے باہر نکل کر فیصلہ کرنا پڑتا ہے۔ کسی اپنے کی زندگی کی خاطر اسے فیصلے کرنے پڑتے ہیں' جو براہ راست انسان کی اپنی زندگی کو انتہائی مشکل راستوں کا مسافر بنا دیتے ہیں۔ اسے بھی یہی سفر اختیار کرنے کا اذن ملا تھا۔

☆ ☆ ☆

احتشام نے دوسرے دن ہی اسے گرینی کی میڈیکل رپورٹس کی مکمل فائل دے دی تھی۔ جسے پڑھ کر اس کے قدموں تلے زمین نکل گئی۔ بہت گھبرائے ہوئے انداز میں اس نے احتشام کی طرف دیکھا تھا۔

"کیا کہیں اور بھی اس بیماری کا ٹریٹمنٹ نہیں ہو سکتا۔"

"ابروڈ (Abroad) جانے کے لیے گرینی میں اسٹیمنا نہیں۔ کوئی بھی ڈاکٹر اس کنڈیشن میں انہیں ٹریول کرنے کی اجازت نہیں دے گا۔ خاص طور پر اس صورت میں کہ وہ خود بھی فلائی کرنے سے خوفزدہ ہیں۔"

احتشام نے اس کے سوال کا اصل جز نظرانداز کر دیا تھا۔ اس کے زیرک ذہن نے محسوس کیا تو یکلخت وہ شدید مایوسی کے اندھیرے میں بھٹکنے لگا۔

"بی بریو شاذان! ابھی سب کچھ تمہارے ہمارے ہاتھ میں ہے' نکلا نہیں۔ کم از کم اپنی ذات سے تو ہم گرینی کو زندگی نہ سہی زندگی کی چند خوشیاں تو دے سکتے ہیں نا!" احتشام نے اس کا شانہ تھپتھپایا تو وہ ضبط کرتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا۔ چہرے اور آنکھوں میں سرخی اتر آئی۔

پھر کافی دیر تک احتشام اسے ناصحانہ انداز میں سمجھاتا رہا۔ اس نے سمجھا یا نہیں بس خاموشی اختیار کیے رکھی۔ کچھ دیر بعد گرینی نے ان دونوں کو بلا بھیجا تو وہ چہرے پر مصنوعی بشاشت سجائے احتشام کے ساتھ لونگ روم میں چلا آیا۔

احتشام نے گرینی کا چیک اپ کیا اور اطمینان کا اظہار کرتے ہوئے بولا:

"ایٹس ویری گڈ گرینی آپ نے تو ماشاء اللہ کافی کور کیا ہے لگتا ہے آج کل میڈیسن بالکل ٹھیک طرح سے لے رہی ہیں آپ۔" آپریٹس رکھتے ہوئے وہ واقعی خوش نظر آرہا تھا۔

"بس بیٹا میری میڈیسن تو تم سب ہو۔ شانی پاکستان میں ہو تو تمہارے چکر بھی زیادہ لگتے ہیں۔ گھر میں رونق آجاتی ہے' اچھا لگتا ہے بس اب تو دعا ہے کہ

جلدی سے گھر میں بہو آ جائے۔" گریٹی کی کمزور آواز خوشی سے بوجھل تھی۔ شاذان نے بے چینی سے پہلو بدلا ان کی بات پر۔

"تو پھر دیر کس بات کی ہے گریٹی۔ آپ کہیں تو میں بھابھی ڈھونڈ کر لاؤں؟" احتشام کچھ زیادہ ہی مستعد ہو رہا تھا۔ شاذان ضبط کیے رہا کہ بہرحال گریٹی اسے بے حد عزیز تھیں۔

"لو پہلے اپنے دوست کو تو سمجھاؤ۔ کہیں یہ نہ ہو کہ شادی والے روز اسے ڈھونڈنا پڑے۔" گریٹی نے بے ساختہ کچھ ایسے لہجے میں کہا' وہ دونوں ہی مسکرا دیے۔

"ارے نہیں گریٹی' اس کی تو اب آپ فکر نہ کریں۔ کان سے پکڑ کر لائن حاضر کر دوں گا۔ کر دیجئے گا کورٹ مارشل۔" ہنستے ہوئے احتشام نے اس کا شانہ تھپتھپایا۔

"نہیں بیٹا۔ میں جبر و زبردستی کی قائل نہیں۔ یہ بندھن تو خوشی سے ہی بندھتا اچھا لگتا ہے۔" گریٹی نے یکدم خائف نظروں سے اس کی طرف دیکھا تو اسے احتشام کی سرزنش نظروں کے باعث فوراً مسکرانا پڑا۔

"آپ کی خوشی میں میری خوشی ہے گریٹی۔ البتہ میرا لندن میں جو بزنس پھیلا ہوا ہے اسے چھوڑ کر میں یہاں نہیں بیٹھ سکتا۔ میرا جتنا نقصان ہوگا' آپ اندازہ نہیں لگا سکیں گی؟" سنجیدگی سے کہتے ہوئے وہ پیش بندی کر گیا تھا۔ احتشام نے اس کی بات پہ بے ساختہ اسے دیکھا۔

"نہ بیٹا میں نے تمہیں اپنا نقصان کرنے کے لیے نہیں کہا۔ البتہ اتنی گزارش ہے کہ جب تک میری سانسیں چل رہی ہیں' تم بہو کے ساتھ ادھر آتے رہنا۔ گریٹی کچھ رنجیدہ ہو گئی تھیں۔

احتشام نے دیکھا تو تیزی سے پوزیشن سنبھالتے ہوئے بولا۔ ساتھ ہی اسے بھی گھورا۔

"کم آن گریٹی اس کا مطلب یہ نہیں تھا کہ وہ اپنی وائف کو لے جائے گا' دراصل شاذان اتنی جلدی اپنا بزنس اور ساری پراپرٹی وائنڈ اپ کر کے یہاں نہیں آ سکتا۔ اس میں کچھ عرصہ لگ جائے گا' جس کی وجہ سے اسے آتے جاتے رہنا ہوگا۔"

"یس گریٹی' شامی از رائیٹ۔ یہی بات ہے۔"

اس نے کہا تو گریٹی کچھ مطمئن سی ہو گئیں۔ اس کے بعد بات لڑکی کی نکل آئی تو احتشام نے اپنی خدمات پیش کر دیں۔ شاذان فون سننے اٹھ کر چلا گیا تھا۔

"ایک لڑکی ہے میری نظر میں گریٹی۔ بہت شریف' کم سن' خوبصورت اور خوب سیرت۔ آئی ہوپ آپ کو پسند آئے گی۔"

"کہاں ہے وہ بچی' مجھے ملاؤ تو بیٹا۔" گریٹی خاصی خوش ہو گئی تھیں۔ اس بیماری نے اتنی سکت نہیں چھوڑی تھی ان میں کہ بہو کی تلاش میں خود نکل جائیں۔ احتشام پر انہیں بھروسہ بھی بہت تھا۔

"ملواؤں گا گریٹی مگر ایک مسئلہ ہے' لڑکی مڈل کلاس ہے۔ عرصہ ہوا' والدین انتقام کر چکے ہیں۔ اپنی پھوپھی کے ساتھ رہتی ہے۔ ویسے خاندان اچھا ہے۔ پارٹیشن سے پہلے ان کا خاندان اچھے گھرانوں میں شمار ہوتا تھا۔"

"ہاں بیٹا! زمانہ بھی کبھی کسی کا رہا ہے' مگر بہرحال مجھے لڑکی کی سیرت سے علاقہ ہے۔ خواہ مالی حالات کیسے ہی کیوں نہ ہوں؟ اللہ کا کرم ہے اس گھر میں کسی شے کی کمی نہیں۔ البتہ تم اپنے دوست سے پوچھ لو۔ جانے وہ ایسے گھرانے میں بیاہ کرنا چاہے بھی کہ نہیں۔" گہری سانس بھرتے ہوئے کہہ کر انہوں نے اپنا عندیہ دے دیا تھا' تاہم شاذان کی طرف سے وہ متفکر تھیں۔

"ارے اس کی فکر چھوڑیں۔ اس کا ذمہ میرا۔ اس کی پسند کے بغیر ہاں نہیں کریں گے۔ بس اب آپ مٹھائی کھلوایئے گریٹی۔" احتشام ہنس پڑا تھا' ریلیکس ہوتے ہوئے بولا۔

"ابھی لو بیٹا' خدا تمہیں خوش رکھے۔" گریٹی کا نقاہت زدہ چہرہ خوشی سے جگمگا اٹھا۔

☆ ☆ ☆

شاذان تین دن سے آفس نہیں آ رہا تھا' لہٰذا اس کا مسئلہ ہنوز اٹکا ہوا تھا۔ روز وہ منتظر رہتی کہ جانے اسے کہاں ایڈجسٹ کیا جائے گا۔ اس روز اچانک وہ چلا آیا۔ آتے ہی اس کی پیشی ہوئی آفس میں۔

"جی سر۔۔۔"

ذرا دیر بعد وہ حاضر تھی۔ شاذان نے فون بند کرتے ہوئے اس کی طرف راکنگ چیئر گھما لی۔ نظریں بے اختیار سراپے پر جا ٹھہریں جسے احتشام نے ایک نظر میں ہی پسند کر لیا تھا۔

آئس بلو کاٹن کے وائیٹ ایمبرائڈری والے کرتے شلوار میں ملبوس اوٹین کے سادے سے حلیے میں اس کی بادامی آنکھیں گھنی پلکوں کی باڑ سمیت جھکی ہوئی تھیں۔ ہاتھ میں نوٹ بک تھامے وہ حکم کی منتظر کھڑی تھی۔

کمر پر جھولتی سیاہ بالوں کی چٹیا اور چہرے کے اطراف ہالہ بنائے خوبصورت لٹیں وہ میک اپ کے بغیر ہی خاصی پرکشش لگ رہی تھی۔ زیور کے نام پر محض کانوں میں سونے کی درمیانی سائز کی بالیاں تھیں۔ قد درمیانہ اور سراپا انتہائی دلکش تھا جو اس کے سادہ کاٹن کے ڈھیلے ڈھالے کرتے شلوار میں بھی نمایاں ہو رہا تھا۔

اس کی نظروں کا ارتکاز بھی ایما شاہنواز کو نروس کر گیا تھا۔ گھبرائے گھبرائے انداز میں اس نے دوبارہ دوپٹہ شانوں پر پھیلایا تو کبھی ہونٹ کاٹے۔ سمجھ میں نہیں آیا کس طرح اسے مخاطب کرے۔ صد شکر وہ خود ہی بول اٹھا۔

"ہیو آ سیٹ مس شاہنواز۔"

"تھینک یو سر۔" وہ مرے مرے انداز میں بیٹھ گئی تھی۔ شاذان کے لہجے سے اندازہ ہو چکا تھا کہ کوئی خاص بات کرنی ہے۔

"میں نے آپ سے کہا تھا نا کہ میں آپ کو کہیں نہ کہیں ایڈجسٹ کروں گا تو اس کا انتظام ہو گیا ہے۔ آپ کو یہ پوسٹ چھوڑنی ہوگی۔" ٹھہرے ٹھہرے لہجے میں کہتے ہوئے اس نے سگریٹ کا پیکٹ اٹھا لیا۔

"جی سر۔۔۔" اس کا انداز ہنوز تھا۔ اٹھنے لگی تو اس نے پھر پکارا۔

"آپ نے پوچھا نہیں کہ آپ کو اب کہاں ایڈجسٹ کیا ہے؟"

"جی سر! آپ خود بتا دیجئے۔" وہ رک گئی تھی۔

"کیا آپ کو تھوڑی بہت نرسنگ آتی ہے مس شاہنواز؟" سوال کے جواب میں سوال تھا۔ وہ میکانکی انداز میں سر ہلا گئی کہ پچھلے چار سالوں میں اس نے بابا کی ایک نرس سے بڑھ کر خدمت کی تھی۔

"میری گرینی ہارٹ پیشنٹ ہیں۔ ان کی دیکھ بھال، ڈائٹ وغیرہ کا خیال رکھنا۔ گھر سنبھالنا اور دیگر ذمہ داریاں ہیں۔ کیا آپ یہ سب کر سکیں گی؟ آئی مین میرے گھر جا کر۔" اسے بغور دیکھتے ہوئے وہ پوچھ رہا تھا۔ جس کا چہرہ متغیر ہو گیا۔

"لیکن سر! مجھے آپ کے گھر جا کر کام کرنے کی اجازت نہیں ملے گی۔ یوں بھی میں نے یہ آفس اس لیے جوائن نہیں کیا تھا کہ کسی کے گھر میں۔۔۔"

"کیئر گیور کی ملازمت کروں۔ یہی کہنا چاہتی ہیں نا آپ۔۔۔"

اس کے اٹک اٹک کر بولے گئے جملے کو اس نے روانی اور اعتماد سے پورا کر دیا تھا۔ ایما شاہنواز! محض پلکیں جھپکا کر رہ گئی۔

"دیکھئے مس شاہنواز! دنیا میں انسان دو طرح کے کام کرتا ہے، بعض مرتبہ فنانشل سکیورٹی کے لیے اور کبھی کبھار پرسنل سکیورٹی کے لیے، اینڈ آئی یو نیڈ بوتھ آف دیم۔

(And I think you need both of them)

تو کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ آپ اس پرپوزل پر غور کریں؟"

بات اس نے ایسی کہی تھی کہ وہ چونک گئی۔ بھلا وہ کیسے جانتا ہے کہ اسے ذات کے تحفظ کی ضرورت ہے؟ متحیر اور استعجاب سے پر نظریں اٹھا کر اس نے دیکھا جو بڑے اطمینان سے سگریٹ سلگا کر لبوں سے لگا چکا تھا۔ اپنی جانب اسے اس طرح دیکھتا پا کر وہ مزید سنجیدہ ہو گیا۔

"رہ گئی اجازت کی بات تو اس کی آپ فکر نہ کریں، میں کاغذی کارروائی کرنے کو تیار ہوں۔"

"کاغذی کارروائی مطلب۔۔۔ میں سمجھی نہیں؟"

اب کے وہ باقاعدہ بوکھلا گئی تھی۔ شاذان خیات علی کے لبوں پر ایک بے اختیار سا تبسم آ رہا تھا۔ "آئی کانٹ انڈر اسٹینڈ مس ایما۔ آپ کو انوسنٹ کہا جائے یا فولش۔ میرا خیال تھا جتنے واضح اور کلیئر انداز میں، میں نے آپ سے بات کی آپ سمجھتی ہوں گی۔ ان فیکٹ میں آپ کو پرپوز کر رہا ہوں "ایما۔۔۔ول یو میری می۔"

وہ میز کی طرف جھک آتے ہوئے بڑے سادہ اور روزمرہ معمول والے لہجے میں بولا تھا، مگر ایماء کے اوسان خطا ہونے میں ذرا وقت نہ لگا۔ شدید گھبراہٹ اور حیرت سے وہ اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

"جج۔۔۔ جی۔۔۔" آواز گلے میں اٹک گئی تھی۔ حلق الگ سوکھ رہا تھا۔

"یس مس ایما۔ اس میں کوئی حرج تو نہیں۔ آپ اچھی ہیں، گڈ لکنگ اینڈ چارمنگ۔ کیا میں آپ کو

پرپوز نہیں کر سکتا؟" اب کے وہ نروس کر دینے والے انداز میں مسکرایا تھا۔

ایما کی بادام ایسی آنکھیں حیرت سے کشادہ تھیں۔ ایک لمحے کو اس نے رک کر اسے دیکھا اور پھر آؤ دیکھا نہ تاؤ کمرے سے باہر دوڑ لگاتے ہوئے اس نے شاذان کا ایک لفظ نہیں سنا تھا۔

"اسٹوپڈ لڑکی۔"

اس کی یہ حرکت شاذان کا موڈ آف کر گئی۔ آج صبح ہی کرسٹینا نے اسے بتایا تھا کہ وہ اپنی چند فرینڈز کے ساتھ فلوریڈا جا رہی ہے گرمیوں کا موسم انجوائے کرنے کے لیے' چونکہ اسے گرینی کی وجہ سے ابھی یہاں رکنا تھا لہٰذا یہ خبر اسے خوش کر گئی جبکہ اگر وہ اس وقت لندن میں ہوتا تو کرسٹینا سے اس بات پر اختلاف ضروری ہو جاتا۔

شاید اسی لیے اس نے اطمینان اور اچھے موڈ میں ایما سے بات کہہ ڈالی تھی مگر اب غصہ آ رہا تھا "یہ سلی گرل کیا خاک گرینی کا خیال کرے گی جس میں کانفیڈنس نام کی کوئی چیز نہیں۔"

ذرا دیر بعد ہی احتشام کے سامنے وہ مشتعل سا کہہ رہا تھا "تو تمہیں بھی کچھ سمجھ کر بات کرنا چاہیے تھی شاذان۔ یہ پاکستان ہے' انگلینڈ نہیں کہ آپ پرسنلی اسے پرپوز کرنے پہنچ گئے۔" ساری بات سن کر احتشام نے اسے ہی گھورا تھا۔

"تو کیا ابھی سے بارات لے کر جاتا اس کے گھر؟" وہ اور بھی طیش میں آگیا۔

"کم ان شاذان۔ یہ کیا بے وقوفی ہے۔ ایک تو غلطی تم نے کی اب بگڑ بھی رہے ہو۔ اینی وے تمہیں کچھ کرنے کی ضرورت نہیں' میں کل گرینی اور تمہاری بھابھی کو لے کر جا رہا ہوں ایما شاہنواز کے گھر۔" اسے ڈپٹ کر اس نے فیصلہ سنایا تو شاذان چپ ہو رہا۔

"مٹھائی تیار رکھنا کیونکہ جس قسم کی اس کی گارڈین ہیں بقول تمہارے جلدی ہاں ہو گی۔"

"بقول میرے نہیں بقول ایما کی فرینڈ کے۔"

احتشام کے چھیڑنے پر وہ اسے خشمگیں نگاہوں سے دیکھتے ہوئے بولا تھا۔ جس پر اس نے اثر ہی نہیں لیا۔ یونہی ہنستے ہوئے اسے چھیڑتے گیا۔

☆ ☆ ☆

گرینی کو مٹھی میں لینا احتشام کے بائیں ہاتھ کا کھیل تھا۔ شاذان خائف ہی رہا کہ شاید گرینی کوئی اعتراض کریں' مگر ایسا نہیں ہوا' چنانچہ تیسرے دن ہی وہ احتشام کی بیوی ثنا کے ساتھ ایما کے گھر چلی گئیں۔

ایما دو دن سے غیر حاضر تھی۔ شاذان کو اندازہ تھا کیوں؟ لہٰذا جس دن وہ سب اس کی طرف گئے ہوئے تھے وہ باوجود قدرے تفکر کے اطمینان سے ٹی۔ وی دیکھ رہا تھا۔ ساتھ ہی ذہن کرسٹینا کے ساتھ محو پرواز تھا۔

جانے وہ کہاں ہو گی؟ کیا کر رہی ہو گی؟ مجھے یاد بھی کرتی ہو گی یا اپنی دوستوں میں بزی ہو گی؟ سوچ کا دائرہ پھیلتا ہی جا رہا تھا کہ ان سب کی واپسی سے سارا ارتکاز ہی توڑ ڈالا "خیریت کیا رہا؟"

احتشام سب سے پہلے اندر آیا تھا۔ اس نے بھنوئیں اچکا کر پوچھا تو وہ اس کے نزدیک چلا آیا "وہی رہا جس کا مجھے اندیشہ تھا۔ وہ اولڈ وومن اتنے ویل آف لوگوں کو دیکھ کر پہلی ہی فرصت میں ریشہ خطمی ہو گئیں' البتہ ایما پر نروس ہو رہی تھی۔" احتشام نے اس سے ریموٹ لیتے ہوئے کہا: "آئی سی اور گرینی کو کیسی لگی؟" اسے قدرے اطمینان ہو گیا۔

"بہت اچھی ہیں۔ وہ اس کی کم عمری سے خائف تھیں۔ تمہارا اور اس کا ایج ڈفرینس کہیں بعد میں کامپلیکس پیدا نہ کرے۔ اس کا خوف تھا انہیں۔ کچھ مزاج کے تضاد نے بھی انہیں تفکر میں ڈال دیا تھا۔ احتشام نے اب کے جو تھا چینل ٹیون کر لیا تھا۔ شاذان بھنوئیں اچکاتے ہوئے اس کی طرف متوجہ ہوا۔ الجھ کر سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

"کیا مطلب! مزاج کا تضاد کیسا؟"

"بھئی تم بڑے آتش فشاں مزاج اور وہ بے چاری معصوم سی لڑکی۔ تمہاری تو ایک تیز نظر سے پگھل جائے گی وہ۔ گرینی چاہتی ہیں کہ تمہاری بیوی ایسی طرحدار ہو جو تمہیں پاکستان میں باندھ کر رکھے جبکہ ایما بہت نازک اور آسانی سے دب جانے والی لڑکی ہے۔" احتشام نے تفصیل سے تبصرہ کیا تھا جس کے چہرے پر سختی ابھر آئی۔

"گرینی کا مسئلہ یہ ہے کہ شاید کہ وہ رشتوں میں بلیو کرتی ہیں جبکہ میں محبت اور سینٹی مینٹس کو ویلیو کرتا ہوں۔ ایما شاہنواز میرے لیے لوجہ میں محض ایک رشتہ' ایک

ایلیشن ہوگی جبکہ کرسٹینا از مائی لائف اینڈ مائی لو۔"
(Christina is my life and my love)

گرینی کو ثنا بھابھی کے سہارے اندر آتا دیکھ کر وہ سنجیدگی سے کہتا اٹھ کھڑا ہوا تھا جبکہ احتشام اپنی جگہ بیٹھا اسے گہری نظر سے دیکھتا' کچھ سوچتا رہ گیا تھا جو ذرا دیر بعد گرینی اور ثنا بھابھی سے ہنس کر بول رہا تھا۔ البتہ گرینی کے چہرے پر خوشی اور پسندیدگی کا واضح تاثر دیکھ کر دونوں ہی مطمئن ہو گئے تھے۔

☆ ☆ ☆

تمام زندگی ہم کسی ایک المیے کو سینے سے لگا کر جی نہیں سکتے کہ زندگی ہمیں اس کا موقع اور مہلت نہیں دیتی۔ وقت کے ساتھ ساتھ انسان خود کو ڈھال لیتا ہے۔ جیسے ایما نے بابا کے انتقال کے بعد خود کو زندگی کے حوالے کر دیا تھا۔ پھپھو کا ہر حکم تابعداری سے مان لیتی تھی' مگر اب اچانک اس موڑ پر آ کر وہ سہم گئی۔

پھپھو کے لیے محض پیسہ اہم تھا۔ شاذان کیسا ہے؟ کس مزاج' کس طبیعت کا ہے۔ انہیں ایسے کسی سوال سے دلچسپی نہ تھی حتیٰ کہ انہوں نے اس سے پوچھنے کی ضرورت محسوس نہ کی۔ جلد ہی وہ شاذان کا مزاج اور اس کی طبیعت کسی حد تک گزشتہ چند دنوں میں سمجھ چکی تھی۔ جس شخص نے پی۔ اے کی پوسٹ کے لیے اسے ریجیکٹ کر دیا وہ بیوی کے اہم ترین عہدے پر اسے کیسے سرفراز کر سکتا ہے۔

"کم ان ایما۔ تیری بھولی بھالی صورت پر دل آ گیا ہوگا ان کا۔" کئی دن سے وہ خوشیوں اور اندیشوں میں الجھی ہوئی تھی۔ یمنی نے کہا تو وہ چڑنے لگی۔

"خدا کے لیے یمنی بات کو سمجھا کرو۔ میری اس بھولی بھالی صورت ہی کو تو انہوں نے رد کیا تھا۔"

"تو کیا ہوا۔ بعد میں غلطی کا اندازہ ہو گیا ہوگا اسی لیے کفارہ بھی ادا کر دیا۔" یمنی کی تو بن آئی تھی مسلسل اسے زچ کیے دے رہی تھی۔ وہ نفی میں سر ہلاتی' پھر بولی:

"مجھے ایم ڈی صاحب سے بہت خوف آتا ہے یمنی۔ میرے لیے تو ان کے سامنے چند منٹ رک کر ڈکٹیشن لینا مشکل تھا۔ میں ساری زندگی کس طرح ان کے ساتھ گزار سکتی ہوں۔ ان کا مزاج کتنا سخت ہے؟" اس کی آنکھوں میں نمی تیرنے لگی تھی۔

پھپھو نے اس کا عندیہ تک نہیں لیا' اس کا دکھ الگ تھا۔ اگر بابا یا اس کی والدہ زندہ ہوتیں تو آج حالات کتنے مختلف ہوتے۔ یہی سوچ کر وہ روہانسی ہوئی جا رہی تھی۔

"مزاج سخت ہونے کا مطلب یہ تو نہیں کہ ان کا دل بھی سخت ہوگا۔ دیکھ ایما سر نے تمہیں خود پسند کیا ہے۔ کوئی تو وجہ ہوگی نا۔ اگر تو انہیں تم سے محبت ہو گئی ہے جیسے کہ میرا تو صد فیصد یہ خیال ہے تو پھر تمہیں ڈرنے کی قطعاً" ضرورت نہیں۔ ارے تم جیسی حسین اور کم عمر بیویاں تو شوہروں کو انگلیوں پر نچاتی ہیں۔"

"مگر یہ کس طرح ہو سکتا ہے دنیا میں اچھی اور پراعتماد لڑکیوں کی کمی تو نہیں' آخر ایم۔ ڈی صاحب نے مجھے ہی کیوں منتخب کیا؟ سچ کہوں یمنی' میرا دل گھبرا رہا ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ آگے کو دیکھ کر میں پیچھے ہٹوں تو کھائی میں جا گروں۔"

"خدا نہ کرے۔ بد فال منہ سے مت نکالو۔ ارے اگر یہ کھائی ہے تو میں بھی دس مرتبہ گرنے کو تیار ہوں۔ تم بھی اللہ پر بھروسہ رکھو' حالات بہتر ہی ہوں گے۔ بعض لوگ ہوتے ہیں انہیں ڈال پر سجا گلاب نہیں کیچڑ میں کھلا کنول پسند آتا ہے۔ نظر اپنی اپنی انتخاب اپنا اپنا۔"

یمنی کی نیم مزاحیہ بات بڑی بے ساختہ تھی' تاہم وہ محض مسکرا ہی سکی۔

"اب تم یوں کرو کہ اپنے سے پندرہ سولہ سال عمر رسیدہ شخص کو مٹھی میں کرنے کے سارے گر سیکھو۔ تمہاری پھپھو کو تو سلام کرنا چاہیے کہ انہوں نے پیسے کی لالچ میں سہی کوئی رخنہ پیدا نہیں پیدا کیا اب تم جاؤ "حیات ولا" اور انہیں دے جاؤ یہ ایک سو بیس گز کا مکان۔ اچھا ہے ساری زندگی پراپرٹی ٹیکس بھرنے کے لیے محنت مزدوری کریں گی تو عقل ٹھکانے آ جائے گی۔"

یمنی نے ہنوز اسی موڈ میں اسے تسلی دی اور پھپھو کے مستقبل کا نقشہ کھینچا تو ایک بار پھر وہ "اب کیا ہوگا؟" کے بھنور میں جا پھنسی۔

☆ ☆ ☆

شادی کی تیاریاں اسی روایتی شان سے کی گئیں جیسی کہ حیات ولا کا طرہ امتیاز تھا' تاہم جوں جوں دن

قریب آتے جا رہے تھے' شاذان کی بے چینی عروج پر تھی۔ ساتھ ہی اس کی مکمل کوشش تھی کہ کسی بھی طرح یہ خبر لندن کرسٹینا تک نہ پہنچے اور اس کے لیے اس نے اپنے تمام ملنے جلنے والوں کو جن کا کرسٹینا سے معمولی سا بھی تعلق رہا ہو' شادی میں مدعو نہیں کیا تھا۔

ثنا بھابھی نے گرینی کی حسب منشاء تیاریاں کی تھیں۔ خوشی ہی تھی کہ گرینی بھی بیماری بھول بھال کر مستعد سی ہو گئیں۔ احتشام ان کو تیزی سے ری کور ہوتا دیکھ کر کافی مطمئن تھا جبکہ وہ ہمہ وقت انھیں ٹوکے جاتا۔

"گرینی پلیز آپ ریسٹ کریں' اتنا تھکنا آپ کے لیے ٹھیک نہیں۔ شاپنگ بھابھی سے کروا لیں کیونکہ یہ بہت ٹائرنگ جاب ہے۔ آپ کو اپنا خیال رکھنا چاہیے۔" اس دن بھی وہ گرینی کو بے حد تھکا ہوا اداس آتا دیکھ کر خفگی سے کہہ اٹھا تھا۔

"لو میں بھلا کہاں تھکی۔ دیکھتے نہیں کیسی خوشی کی لالی چھائی ہے میرے چہرے پر۔ ارے بیٹا کیا بیماروں کی شکل ایسی ہوتی ہے۔" گرینی ثنا بھابھی اور ملازموں سے گواہی مانگتے ہوئے بولیں تو سب انہی کے ہم نوا ہو گئے۔ تھک کر وہ احتشام کے سر پر جا سوار ہوا۔

"دیکھو شاہی یہ سارے ہیڈک میں گرینی کے لیے برداشت کر رہا ہوں' لہٰذا یہ تمہارا ذمہ ہے کہ وہ بالکل ٹھیک رہیں۔ انھیں Mild سی بھی تکلیف نہیں ہونا چاہیے ورنہ میں شادی وادی چھوڑ کر لندن چلا جاؤں گا۔ دیٹس آل۔" اس کا ناگواری چھلکاتا لہجہ احتشام کو چونکا دیتا۔

تو کیا اب تک اس کے دل میں ایما کے لیے کوئی سوفٹ کارنر پیدا نہیں ہوا جبکہ میں سمجھ رہا تھا کہ وہ دھیرے دھیرے کرسٹینا سے دور ہوتا جا جائے گا' مگر لگتا ہے ایسا ہونے میں کچھ وقت لگے گا۔ دیکھیں ایما شاہنواز کہاں تک اس کے دل پر اپنا رنگ جما سکتی ہے۔

☆ ☆ ☆

شادی سے تین دن پہلے مہندی کی رسم شاذان نے ہٹ دھرمی دکھا کر روک دی تھی لہٰذا محض نکاح کی تاریخ مقرر کر دی گئی۔ مقررہ دن گرینی نے سرینہ کے کنونشن ہال میں بھرپور تیاری کروائی تھی۔

پھپھو نے مروتاً بھی خودداری کا مظاہرہ کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی تھی جس کے باعث احساس شرمندگی اور بے بسی سے وہ جیسے بالکل چپ ہو گئی تھی۔ مینی کا دیا ہوا حوصلہ بھی اس کے کسی کام نہیں آ رہا تھا۔ ثنا بھابھی نے بہترین پارلر سے اسے تیار کروایا تھا' مگر اس کی نظر نہیں اٹھ رہی تھی کہ خود کو دیکھتی۔ پھپھو کے لالچ سے وہ بخوبی واقف تھی' مگر وہ اس حد تک گر جائیں گی اسے قطعاً" اندازہ نہ تھا۔ ندامت کے باعث وہ ہونٹ کاٹتی بہ مشکل خود پر قابو کیے بیٹھی تھی۔ جونہی ثنا اسے لے کر ہوٹل پہنچی' پھپھو اس سے ملنے چلی آئیں تھیں۔

"خدا نظر بد سے بچائے میری بچی کو کیسا چاند کا ٹکڑا لگ رہی ہے۔" باقاعدہ اس کی بلائیں لیتے ہوئے وہ کہہ رہی تھیں۔ ایما کی نفرت سے اٹھی نگاہیں ان کا چہرہ چھو کر لوٹ آئیں۔

مینی ساتھ ہی کھڑی تھی۔ متنفر لہجے میں بولی:
"تھینکس کے طور پر انھیں اپنے پرس میں رکھے چند سو کے نوٹ دے دو۔"

عجیب سے احساس میں گھرے ہوئے اس کی آنکھیں بے ساختہ بھیگ گئی تھیں۔

ذرا دیر بعد سارے مہمان آگئے تو نکاح کی رسم ادا کر دی گئی۔ دل پر نجانے کتنا بوجھ تھا جو آنسوؤں کی صورت پھوٹ نکلا تھا۔ گرینی نے آ کر اسے بے ساختہ سینے سے لگا لیا۔ "بس بیٹا! اتنا نہیں روتے والدین کا گھر لاکھ عزیز سہی لیکن سسرال تو جانا ہی ہوتا ہے نا۔" محبت بھرا لمس اور شفقت بھرا لہجہ اسے مزید دکھی کیے دے رہا تھا۔

"میرا شاذان لاکھوں میں ایک ہے۔ تمہیں بہت خوش رکھے گا' دیکھنا۔" وہ اسے سادگی سے بہلا رہی تھیں۔ آنسوؤں کے بیچ اس کے لبوں پر محجوب سی مسکان اتر آئی اور یہ شاید گرینی کی محبت کا اثر تھا یا ان کی قربت کا کہ بقیہ وقت وہ اس کے پاس بیٹھی رہی تھیں۔ پھپھو بھی قریب ہی تھیں' مگر اس نے دوسری نظر ان پر نہیں ڈالی تھی۔

"تمہاری تو دادی ساس اس قدر محبت والی ہیں سوچو مجازی خدا کا کیا ہو گا؟" مینی موقع ملتے ہی سرگوشی کر کے اسے گلابی کر چکی تھی۔ بالآخر اسے اسٹیج پر لا کر شاذان کے ساتھ بٹھایا گیا تو وہ خود میں سمٹ گئی جبکہ اس طرف کچھ خاص اثر نہ تھا وہ ساتھ بیٹھے احتشام سے مسلسل محو

گفتگو تھا۔

"لگتا ہے ساری کسر گھر جا کر ہی نکالنے کا ارادہ ہے۔ ایک نظر بھی نہیں ڈال رہے۔ ویسے اچھا ہی ہے ورنہ نظر ہٹانا محال ہو جاتا شاذان۔" ثنا بھابھی نے نوٹ کر کے فوراً چوٹ کی تھی۔ وہ محض مسکرا دیا جبکہ ساتھ بیٹھے نازک وجود میں ارمانوں کی اتھل پتھل مچ گئی تھی۔

"اوہو! الفاظ بھی بچائے جا رہے ہیں۔" اس کے محض مسکرا دینے پر جملہ کسا گیا تھا۔

"ظاہر ہے ایما بھابھی کو "کہنا" بھی تو سنانی ہوگی۔"

یہ سب شاذان کے دور قریب کے دوست اور شوخ کزنز وغیرہ تھے جو اسے چھیڑنے کے ساتھ ساتھ دلہن پر بھی تبصرہ کئے جا رہے تھے۔

"واقعی شاذان بہت لکی ہو تم' زبردست سنزلی ہیں تمہیں۔" سب کے تعریفی تبصرے کے بعد احتشام نے بھی خلوص سے کہا تھا:

"اسے کہتے ہیں دیر آید' درست آید۔ ہم نے اٹھائیس سال کی عمر میں بیڑیاں ڈال لیں اور یہاں چونتیس سال بعد بھی پری مل گئی۔ پتا ہوتا تو ہم بھی انتظار کر لیتے۔" شاذان کے کسی بذلہ سنج دوست نے حسرت بھرے انداز میں کہا تو سب ہی ہنس پڑے۔

حتیٰ کہ شاذان بھی مسکرا کر جواباً بولا: "اسی لیے کہتے ہیں جلدی کا کام' شیطان کا کام۔"

"ڈیل سیڈ۔ ڈیل سیڈ۔" سب متفق تھے۔

اسی ہنسی مذاق میں کھانا سرو ہو گیا۔ اسے بھی کھلایا گیا' مگر اس سے دو لقموں سے زیادہ نہ لیا گیا تھا۔

اس پر جو روپ چڑھا تھا' وہ دیکھنے لائق تھا۔ گولڈن براؤن اور ڈل برونز (Bronze) کلر کے بھاری عروسی جوڑے پر کورے دبکے کا نفیس کام بنا ہوا تھا۔ طلائی زیور کم از کم بھی بیس تولہ سے کم کے نہ تھے جس میں گرینی کا خاندانی جڑاؤ سیٹ سب سے سے منفرد تھا۔ چھب ایسی تھی کہ نظر نہیں ٹک رہی تھی۔

ایما کا سادہ سراپا آج پہلی بار یوں سج کر دو آتشہ ہو رہا تھا۔ کھانے کے دوران شاذان اٹھ کر اپنے دوستوں کے پاس چلا گیا تھا۔ یمنیٰ اور ثنا بھابھی اس کے ساتھ تھیں۔ بعد میں مووی کا سلسلہ شروع ہوا تو شاذان کو واپس بلایا گیا۔

"شاذان پلیز آ جاؤ اب۔ کتنا کھاؤ گے؟ دل نہیں بھرا تمہارا اور یہاں اپنی مسز کو دیکھو جس سے دو لقمے لینے مشکل ہو گئے ہیں۔" ثنا بھابھی اسے کھینچ لائی تھیں۔

"اُفوہ بھابھی! اب بس بھی کریں یہ ویڈیو کا چکر' میں سخت اری ٹیٹ ہو رہا ہوں۔" وہ جھنجلا رہا تھا۔ مروتاً بھی لحاظ کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی۔

"بکو مت۔ زیادہ نخرے مت کرو۔ بیٹھو شرافت سے۔" شانے سے پکڑ کر یکدم سامنے کیا تو نظر بلاارادہ سیدھی صوفے پر بیٹھی ایما پر پڑی۔ ایک لمحے کو جیسے دل ڈول سا گیا۔

دھڑکنوں کا راگ ایک لمحے تھمتا ہوا محسوس ہوا۔

نظر کی برق رفتاری میں رخنہ پڑا تھا۔ جس سرعت سے نگاہ اٹھی تھی اس تیزی سے پلٹ نہ سکی۔

کہتے ہیں تجھ کو لوگ مسیحا مگر یہاں
ایک شخص مر گیا ہے تجھے دیکھنے کے بعد

"اوہو!"

ہونٹ سیٹی کی صورت وا کرتے ہوئے احتشام نے عقب سے آ کر بظاہر ادھر ادھر نظر دوڑاتے ہوئے اس کے شانے کے اوپر سے سرگوشی کی تھی۔

اس نے قدرے گردن موڑ کر غصیلی نظر اس پر ڈالی جس کی عقابی نظر چہار اطراف گھومتی تھیں۔

احتشام جواباً" کچھ اسی انداز سے مسکرایا کہ وہ بہ مشکل لبوں پر پھیلنے والے تبسم کو دبا سکا۔ کچھ دیر اسی طرح کا ہنگامہ رہا حتیٰ کہ گرینی نے مہمانوں کو رخصت کرنے کے بعد رخصتی کا حکم جاری کر دیا۔

بہت کٹھن لمحات تھے۔ اس کی آنکھیں بے ساختہ جھلملا گئی تھیں۔

شاذان حیات علی کے احساسات بہت منتشر ہو رہے تھے۔ ایک کشمکش سی چل رہی تھی اندرون دل۔ وہ اپنی کیفیت خود ہی سمجھنے سے قاصر تھا۔

ثنا بھابھی نے گرینی کے کہنے پر تیزی سے رخصتی کا مرحلہ نمٹانا شروع کیا۔ پھپھو نے جس لمحے اسے گلے لگایا اسے اپنے سارے دکھ اور غم بھولنے لگے۔ ساری شکایتیں' گلفتیں اور شکوے کہیں دور جا چھپے۔ بس بچھڑ جانے کے احساس نے اس کی پوری ذات کا حصار کر لیا تھا۔

یمنیٰ کے شانے سے لگ کر تو وہ پھوٹ پھوٹ کر روئی تھی۔

شاذان ایک عالم بے زاری میں کھڑا یہ سب دیکھ رہا تھا۔ احتشام نے محسوس کرلیا تھا اس لیے ثنا بھابھی کو اشارہ کیا' جنہوں نے بمشکل اسے عینی سے علیحدہ کرکے گاڑی میں لا بٹھایا۔ گاڑی چلی اور اپنے پیچھے بہت کچھ چھوڑ آئی۔ ایما کے دل کی دھڑکن سست پڑنے لگی تھی' احساس جدائی حاوی ہونے لگا تھا۔

پھپھو کو اس سے محبت نہیں کرتی تھیں بلکہ ان کے تشدد کے نشان تو آج بھی اس کی روح اور دل پر تھے۔ جسمانی زخم گو کہ بھر چکے تھے۔ مگر پھر بھی وہ اس کے میکے کا مان تھیں۔ بابا کی بہن ہونے کے ناطے سے ان سے محبت تھی۔ لیکن اب وہ سب کو چھوڑ آئی تھی۔ ایک نئی زندگی کا سفر کرتے ہوئے شاذان کی سنگت میں بھی خود کو اکیلا محسوس کر رہی تھی۔ بابا اور اماں کی بے شمار یادوں نے اسے رلا رلا دیا۔ اس کی واحد دوست عینی اور اس کے بچپن کی یادیں سب پیچھے رہ گئی تھیں۔ بے اختیار اس کی آنکھیں چھلک اٹھیں۔ ثنا بھابھی اس کے ساتھ بیٹھی شاذان سے چھیڑ چھاڑ کر رہی تھیں جو ایما کی داہنی جانب کافی ریلیکس بیٹھا تھا۔ آج سر سے ایک بوجھ ٹلا تھا جیسے--- گرینی آگے بیٹھی تھیں۔

"بہت نازک ہے تمہاری وائف شاذان۔ اس کا بہت خیال رکھنا۔" ثنا نے اس کے آنسو دیکھ لیے تھے۔ آہستگی سے اسے اپنے شانے سے لگالیا۔

"ڈونٹ وری مسز--- میرا دوست بھی آئرن مین ہے۔ اپنی چیز کی حفاظت کرنا خوب جانتا ہے۔" احتشام نے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے بیٹھے ہانک لگائی تھی۔ گرینی مسکرانے لگیں۔

"ہاں مگر حفاظت ہی کریں کہیں اس کانچ کی گڑیا کو اپنے آئرن وجود سے گزند نہ پہنچائیں۔"

ثنا نے ہنستے ہوئے خدشے کا اظہار کیا۔ بات ہی کچھ ایسی تھی کہ ایما نے سہم کر بے ساختہ ثنا کا ہاتھ پکڑ لیا۔ جبکہ شاذان محض مسکرا رہا تھا۔

"لو جی۔ تم تو ابھی سے ٹھنڈی پڑ گئی ہو۔ ارے شاذان حیات علی کی مسز بنی ہو' دل گردہ مضبوط کرلو۔ یہ ہمارے دیور جی کسی جنرل کرنل سے کم نہیں۔"

"ثنا کو ایک اور موقع ملا چھیڑنے کا۔ کن انکھیوں سے شاذان کو دیکھا تو وہ مصنوعی ناراضگی دکھاتے ہوئے بولا: "دس از موسٹ ان فیئر بھابھی۔ آپ میری وائف کو اسکیرڈ کر رہی ہیں۔ جبکہ آپ کو میرا ساتھ دینا چاہیے اس وقت میری تعریفیں کرنی چاہیں۔"

ثنا اس کی مسلسل خاموشی کو توڑنے کی کوشش میں تھیں۔ وہ کچھ نہیں جانتیں نہ کرسٹینا سے متعلق نہ شاذان حیات علی کے دل سے متعلق سو ان پر اور گرینی پر وہ کچھ شو نہیں کرنا چاہتا تھا۔ سو بڑی مشکل سے بولا: اب تک وہ اس "ایکٹنگ" کا عادی نہیں ہو سکا تھا۔

ایما کے لیے یہ لہجہ' یہ مسکراتا چہرہ اور یہ انداز سب اجنبی تھے۔ حیرت سے اس کے آنسو پلکوں پر ہی ٹھٹھک گئے۔ دل میں قدرے اطمینان اترا۔

"نہ بابا نہ' مجھے جھوٹ بولنے کی عادت نہیں۔"

ثنا نے برجستگی سے جواب دیا تھا ذرا دیر کے لیے کار کی فضا قہقہوں سے گونج اٹھی۔

"بول دو جھوٹ مسز۔ تھوڑی بہت ہیرا پھیری سو جائز ہے' کیوں گرینی!" احتشام ہنسی روک کر بولا تو گرینی بے اختیار ہنس دیں۔

"میں تو بس اتنا جانتی ہوں کہ میرا شاذان اگر ہزاروں میں ایک ہے تو ایما لاکھوں میں ایک۔ یہی سچ ہے باقی سب جھوٹ۔"

گرینی کی پرشفقت آواز اور محبت بھرے جملے پر ایما کے بے چین دل کو شدید راحت کا احساس ہوا۔ اس نئے گھر میں قدم رکھنے سے پہلے اسے یہ احساس ہو چلا تھا کہ یہاں سب اسے جانتے ہیں اور یہ احساس گزرے دنوں میں پاپا کی اذیت بھری یادوں کو بھلانے میں بے حد معاون ثابت ہوا تھا۔

"سن لو شاذان۔ ابھی سے تمہاری ویلیو گھٹ گئی ہے۔" ثنا بھابھی کھلکھلا کر ہنس پڑی تھیں گرینی کی بات پر۔

"اٹس نیور مائنڈ بھابھی۔ میں جانتا ہوں گرینی کو دل رکھنے کی عادت ہے۔"

اس طرف اطمینان کا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔ ایسے ہی ہنسی مذاق کرتے کرتے وہ حیات ولا پہنچ گئے جہاں اس کے استقبال کے لیے گرینی نے خاص انتظامات کرا رکھے تھے۔

روشنی اور نور کے قمقموں سے جگمگاتا حیات ولا سیاہ آسمان پر سفید چاند کی مانند نظر آ رہا تھا۔ ہر طرف روشنی ہی روشنی' خوشی ہی خوشی تھی۔

گریبی کے رشتے کی بھانجیاں پہلے سے گھر پر موجود تھیں، جنہوں نے ان لوگوں کے آنے سے پہلے ہی تیاریاں کرلی تھیں۔ وہ ثنا بھابھی کی مدد سے کار سے اتری تو ایک لمحے کے لیے آنکھیں چندھیا سی گئیں۔ اس نے کہاں دیکھی تھی ایسی شان و شوکت۔ حیات ولا کی طرف نظر اٹھی تو پلکیں جھپک گئیں۔

"چلو ایما دیکھو تو تمہارے میاں صاحب اندر جانے کے لیے کس قدر اتاولے ہو رہے ہیں۔" ثنا نے کان کے قریب سرگوشی کی تو اس نے دیکھا شازان، احتشام کے ساتھ آگے بڑھ چکا تھا۔ وہ جھینپ سی گئی۔ بھاری عروسی جوڑے نے قدم قدم پر اسے روکا۔

زندگی میں پہلی بار وہ اس قدر سنگھار اور زیورات سے آراستہ ہوئی تو اس پر بھاری جوڑے نے چلنا محال کر رکھا تھا۔ بہ مشکل وہ اندر آئی۔

ڈیڑھ ہزار گز پر پھیلا حیات ولا اندر سے اس قدر پرشکوہ تھا کہ وہ ٹھٹک سی گئی۔ کئی بار آنکھیں کھولیں، بند کیں۔ یقین نہیں آرہا تھا کہ یہ سب حقیقت ہے۔ کسی خواب کا سا گمان ہو رہا تھا اسے ہر شے پر۔

ثنا اسے لاؤنج میں لے آئیں۔ جہاں مختلف رسمیں ہونا تھیں۔ اس کا دل بے یقینی اور تذبذب کا شکار تھا۔ شازان کسی فضول رسم میں شرکت کے لیے تیار نہیں تھا۔

ثنا سنانے لگیں: "پاگل ہو تم شازان۔ ان رسموں سے ہی تو شادی کا مزہ ہے۔ پھیکی انگریزوں جیسی شادی کرنی تھی تو میم کیوں نہ پکڑلی کوئی ولایت میں۔" انہوں نے باقاعدہ منہ بگاڑ کر "ولایت" کہا تھا۔

شازان مسکراہٹ دبا گیا۔ مگر ساتھ ہی ذہن میں جھماکا بھی ہوا۔ کرسٹینا سے اس کی شادی ایسی ہی تھی نا۔ سول میرج۔ مجسٹریٹ کے آفس سے نکل کر وہ لوگ ویسٹ منسٹر برج پر جا کھڑے ہوئے تھے جہاں سے بھاگتے دوڑتے لندن اور دریائے ٹیمز کا نظارہ بڑا خوبصورت لگا تھا۔

"صاف کیوں نہیں کہتے رسموں میں "وقت" ضائع نہیں کرنا، مگر دیور جی اتنی جلدی تمہاری مسز تمہارے ہاتھ نہیں آنے والی۔" ثنا نے اسے خاموش دیکھا تو پھر کہہ اٹھیں۔

"کیوں؟ وہ میری بیوی ہے۔ قبضہ آپ لوگوں نے جمالیا۔"

چونک کر وہ پلٹا تھا۔ پھیکی سی مسکراہٹ سمیٹ کر بولا۔ کرسٹینا کا خیال یکدم حاوی ہو گیا تھا۔ ثنا اس کی کیفیت سے بے خبر شوخی سے ہنسنے لگیں۔

"ایسا ہی ہوتا ہے میرے بھائی۔ ایسا آسان نہیں پاکستان میں شادی کرنا۔ رسمیں تو ادا کرنی ہی ہوں گی۔ یوں بھی ایما بہت سینسیٹو لڑکی لگی ہے مجھے۔ ایسا نہ ہو کہ وہ ہرٹ ہو۔ گریبی نے اسی لیے ہر رسم کا اہتمام کیا ہے۔" وہ اسے سمجھا رہی تھیں جبکہ اس کا ذہن اب یہاں سے بہت دور جا چکا تھا۔

رسمیں شروع ہوئیں تو کافی دیر تک ہلا گلا ہنسی مذاق ہوتا رہا حتیٰ کہ ثنا بھابھی اور گریبی نے تھکن سے چور ایما پر نظر ڈالی۔

چہرے سے ہی تھکن اور گھبراہٹ واضح نظر آرہی تھی غالباً اتنے لوگوں کی موجودگی نے اسے نروس کر دیا تھا۔

"چلو بھئی، اب اٹھو۔" گریبی بولیں۔

"بس آنٹی آخری رسم ہونے دیں۔"

کوئی شریر لڑکی ہنس کر بولی تھیں۔ شازان نے انتہائی کوفت سے سب کو گھورا۔ بحث لے دے ہوتی رہی، مگر کسی نے سن کر نہ دی، لہٰذا گریبی کو اجازت دینی پڑی۔

"مٹھائی لاؤ۔"

ثنا بھابھی نے مٹھائی منگوائی۔ چاندی کے ورق سے ڈھکی خالص دودھ کی قلاقند تھی جو ایما کی حنائی ہتھیلی پر رکھ کر شازان کی طرف بڑھائی گئی۔

"لو اب کھاؤ۔"

"واٹ۔" وہ یوں بدکا جیسے بھڑ کا چھتا دیکھ لیا ہو۔

"یہ میں کھاؤں گا؟ وہ بھی اس طرح۔۔۔ نو وے۔" وہ صاف انکار کر گیا۔ سرخ حنائی رنگ والی گلابی ہتھیلی اس کے سامنے تھی۔ مہندی کی ہلکی ہلکی خوشبو اب تک اس کے ہاتھوں سے اٹھ رہی تھی۔

اس کا انکار سننا تھا کہ لاؤنج میں شور اٹھ کھڑا ہوا۔ سب بضد تھے گریبی مسکرا کر یہ سب دیکھ رہی تھیں۔ سب کا یہی خیال تھا کہ وہ مذاق میں نخرہ کر رہا ہے، مگر وہ اب جھنجلا گیا تھا۔

"کھالو بیٹا، شگن ہے یہ۔"

انتہائی لے دے کے بعد بالآخر گریبی کو ہی کہنا پڑا۔
کوئی اور وقت ہوتا تو وہ اٹھ کر وہاں سے واک آؤٹ کر جاتا' مگر اتنے مہمانوں کے سامنے وہ گریبی کی بات نیچی نہیں کر سکتا تھا۔ یہ سب انہی کے لیے کیا تھا۔
ایک نظر گریبی کی طرف دیکھا۔ آج ان کی آنکھیں خوشی کے نور سے چمک رہی تھیں۔
چند ثانئے کے لیے وہ گہرے احساس میں ڈوب سا گیا۔ اس کے لیے گریبی کس قدر خوش تھیں۔ ایما ان کو پسند تھی' جبکہ کرسٹینا جو شاذان حیات علی کی محبت تھی' گریبی اس کا نام تک سن نہیں سکتی تھیں۔
"کہاں کھو گئے موصوف جلدی جلدی کھائیے۔"
ثنا بھابھی نے ٹوکا تو وہ سنبھل کر ذرا فاصلے پر بیٹھے اس نے نازک وجود پر نظر ڈالی جس کا آدھا چہرہ گھونگھٹ میں چھپا تھا۔
ثنا نے ایما کی ہتھیلی اس کی طرف بڑھائی تو اسے متوجہ ہونا پڑا۔ ہتھیلی سے مٹھائی کا ٹکڑا اٹھانا چاہا تو ثنا نے ہتھیلی پیچھے کر لی۔
"ہاتھ نہیں لگانا' جھک کر کھاؤ۔ بیوی کے سامنے آج جھکو گے تو تاعمر اس کے دل پر راج کرو گے۔" کسی نے فلسفہ جھاڑا تھا۔
وہ جھک سا گیا۔ محسوس ہوا ایما بھی ہولے ہولے لرز رہی تھی۔ یکدم اس کا دل اس ماحول سے اکتانے لگا۔ جان چھڑانے کو جھک کر مٹھائی کھانی چاہی تو ثنا نے شرارت میں آکر ایما کا ہاتھ تیزی سے اونچا کر دیا۔
گلابی ہاتھ کی نرماہٹیں اسے چھوتی چلی گئی تھیں۔
مٹھائی وہ کھا چکا تھا۔ تیزی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ عجیب سے احساس نے اسے گھیرا تھا۔ سامنے صوفے پر ٹانگ جمائے بیٹھے احتشام نے بھی یہ منظر دیکھا تھا۔ اس کی نظر ٹکرائی تو وہاں سے شوخی بھری مسکراہٹ اچھالی گئی تھی۔
وہ جھنجلا سا گیا۔
"میں بہت تھک گیا ہوں گریبی' اب آرام کروں گا۔"
اب کے اس نے شوخ نظروں اور شریر جملوں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے صاف کہہ دیا تو سب ہی منہ چھپا کر ہنس پڑے' تاہم ایما کو جلد ہی کمرے میں پہنچا دیا گیا تھا۔
وہ ڈریسنگ روم سے چینج کر کے نکلا تو ثنا بھابھی ایما کو بیڈ پر بٹھا رہی تھیں۔ جھک کر نجانے کیا کہا کہ وہ گھبرا کر ان کا ہاتھ تھام گئی۔
"چلو اب اطمینان سے بیٹھو۔ تمہارے مجازی خدا آ گئے ہیں۔ میں چلتی ہوں۔" ایک نظر مڑ کر اسے دیکھا جو الجھا الجھا سا کرتے کی سلیوز رول کر رہا تھا۔
"پلیز بھابھی۔۔۔" ایما کے لب ہلے تھے' سراسیمگی اور گھبراہٹ کا عالم جدا تھا۔
ثنا بے اختیار ہنس پڑی۔ "کم ان ایما۔ وہ غصہ ور ضرور ہے مگر جلاد نہیں اور آج تو تم اتنی خوبصورت لگ رہی ہو کہ فرشتے بھی ایمان لے آئیں وہ تو پھر انسان ہے۔ دیکھنا تمہیں دیکھ کر ساری گرم مزاجی ہوا ہو جائے گی۔ شاذان ان کی سرگوشی سن رہا تھا قصداً" انجان بن رہا تھا۔ تاہم ایما سے ہاتھ چھڑانے کی جدوجہد جب ناکام ہو گئی تو ثنا نے متبسم انداز میں مڑ کر اس کی طرف دیکھا اور آنکھوں سے اشارہ کیا گویا کہہ رہی ہوں:
"دیکھ لو اپنی دلہن کو' پھر ہم سے نہ کہنا۔"
شاذان نے کچھ حیرت سے یہ منظر دیکھا تھا یکدم چہرے پر تناؤ آ گیا۔
"ایما بھابھی کو جانے دیں' انہیں آرام کرنا ہے' رات بہت ہو گئی ہے۔"
بظاہر نرم لہجہ تھا مگر اس میں چھپی سختی ایسی تھی کہ ایما کا پورا وجود سست پڑ گیا۔ ثنا معنی خیزی سے مسکرائیں' پھر دروازے کی طرف چل دیں۔ شاذان پیچھے ہی تھا۔
"اوہو! بڑا رعب ہے' مگر دیکھو وہ بہت ینگ اور انوسنٹ ہے کچھ تمہاری امپلائی رہ چکی ہے اس لیے اسکیرڈ ہے' خیال رکھنا بالکل بچوں جیسی معصوم ہے وہ۔" وہ جاتے جاتے مڑی تھیں۔
"آئی نو اٹ ویری ویل بھابھی۔" اس نے سر ہلایا تھا۔
"تم میچور ہو شاذان' مگر وہ ابھی بہت کم عمر ہے ذرا دیر میں ہی سمجھے گی نزاکتوں کو۔ اس سے محبت سے ڈیل کرنا۔ آئی ایم شیور وہ جلد ہی تمہارا نیچر سمجھ لے گی۔"
ثنا بھابھی غالباً" اس کے چہرے کے تاثرات سے خائف نظر آ رہی تھیں جو اس وقت سخت کشیدہ اور تناؤ بھرے تھے۔ اسے بہ مشکل ضبط کرنا پڑا۔
"آئی ویل ٹرائی بھابھی۔" ہلکی سے مسکراہٹ سمیت وہ بولا تھا۔
"او کے۔" ثنا مسکرا کے باہر نکل گئیں تو اس نے

دروازہ لاک کر دیا۔ مڑ کر دیکھا تو آنکھوں میں جیسے دھواں سا بھر گیا۔

اس کمرے' اس ماحول میں اس نے کسی اور کو یہاں لانا چاہا تھا۔ کرسٹینا کو "حیات ولا" کی حیات بنانا چاہا تھا' مگر اس کی جگہ آج ایما شاہنواز وہاں بیٹھی تھی۔ اس کے احساسات بہت نازک موڑ پر چلے آئے تھے۔

دوسری طرف وہ سمٹی سہمی بیٹھی تھی۔ دل کی دھڑکن بے قابو ہو کر اب ست پڑ چکی تھی۔ اسے لگا کئی دنوں کی جگار اب نیند اور غنودگی بن کر اس کی پلکوں پر چھا رہی ہے۔ بہت آہستگی سے اس نے گھٹنوں پر سر ٹکا دیا تھا۔

شاذان نے سرخ گٹھڑی میں حرکت محسوس کی تو اپنے خیالوں سے چونکا۔ قدم بے اختیار اس کی طرف بڑھے تھے۔ بیڈ پر اس کے نزدیک وہ بہت محتاط انداز میں بیٹھا تھا۔

ایما چونک کر سیدھی ہوئی' مگر چہرہ ہنوز جھکا ہوا تھا۔

گھونگھٹ اٹھانے کی رسم یہاں ادا ہوتی تھی جبکہ کرسٹینا نے شادی والے دن لندن کا روایتی شادی کا جوڑا نہیں پہنا تھا۔ اس روز وہ اسٹریکٹ پنک کلر کے لیڈیز کوٹ سوٹ میں ملبوس تھی۔ میرج پیپرز پر سائن کرنے کے بعد اس نے بڑی بے باکی کا کھلے عام مظاہرہ کیا تھا۔

ایسی شرم و حیا وہاں مفقود تھی اور یہاں۔۔۔ یہاں سب کچھ مختلف تھا۔

دلہن' ماحول' جگہ حتیٰ کہ اس نے گھونگھٹ اٹھا کر دوپٹہ پیچھے سرکا دیا۔ واقعی اس کا حسن ہوش ربا اور معصومیت تو بہ شکن تھی۔ آفس میں سادگی سے کاٹن کے سوٹ میں ملبوس آنے والی ایما شاہنواز آج سر تا پیر کسی سنوری تھی۔

شاذان حیات علی کے لیے نظر چرانا مشکل ہو گیا۔ دل و دماغ پر بس ایک ہی کیفیت' احساس بن کر چھا گئی کہ سامنے بیٹھا وجود اس کے لیے سجا ہے' اس کا ہے۔ استحقاق اور احساس ملکیت نے اسے کچھ اور سوچنے ہی نہیں دیا۔

بہت نرمی سے اس نے ایما حیات علی کا مرتعش وجود سمیٹا تھا۔

صبح ایما کی آنکھ دروازے پر ہونے والی دستک پر کھلی تھی۔ وال کلاک کی طرف نظر گئی' صبح کے ساڑھے دس بج رہے تھے۔ وہ بوکھلا کر کھڑی ہوئی۔

اتنی دیر تو وہ کبھی نہیں سوئی تھی' مگر پچھلی کئی راتوں کی نیند نے اسے آج غافل کر دیا۔ دستک ہونی بند ہو چکی تھی۔ غالباً اس کی طلائی چوڑیوں کی کھنکھناہٹ باہر پہنچ گئی تھی۔ سامنے قد آدم آئینے پر نظر پڑی تو وہ خود کو دیکھ کر حیران سی رہ گئی۔ کل کی طرح آج بھی وہ بہت اچھی لگ رہی تھی' مگر آج اس کے اندر کی خوشی چہرے پر پھوٹ آئی تھی۔ ذرا سا رخ موڑ کر اس نے دیکھا۔ شاذان حیات علی اپنا بازو آنکھوں پر رکھے بہت اطمینان سے سو رہا تھا۔ اس کی نظر ٹھہر سی گئی۔

پچھلے چند ماہ میں اس نے کبھی اسے نظر اٹھا کر نہیں دیکھا تھا۔ آج پہلی بار یہ جسارت کر رہی تھی۔ پہلے کبھی اس کے غصے نے ہمت ہی نہ کرنے دی تھی۔

اسی اثناء میں دوبارہ دستک ہوئی تو وہ دوپٹہ سر پر ڈال کر دروازے تک چلی گئی۔ سامنے ہی ثنا بھابھی کھڑی تھیں۔

"ایما تمہاری پھپھو اور عینی وغیرہ اکٹھے آئے ہیں ناشتہ لے کر۔ شاذان اور تم نیچے آجاؤ۔ اچھا ذرا جلدی کرنا۔" ثنا کہہ کر رکے بغیر چلی گئیں تو وہ اندر لوٹ آئی۔

شاذان ہنوز سو رہا تھا۔ اسے اٹھانا بھی ایک مرحلہ لگا۔ بالآخر ہمت تو کرنا ہی تھی۔ اس کا بازو دھیرے سے چھو کر اسے جگانے کی کوشش کی۔

"اٹھ جائیے۔۔۔ سر۔"

مخاطب کرنے کے لیے کچھ اور نہ ملا تو سر ہی کہہ گئی۔ شاذان نے کافی دیر کی جدوجہد کے بعد آنکھیں کھولیں تو وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

"کیا بات ہے اتنی جلدی کیوں جگایا ہے؟" گھڑی پر نظر ڈالتے ہوئے وہ سخت ناگواری سے بولا تھا۔ ایما کا دل دوبارہ سہم گیا۔

"وہ۔۔۔ بھابھی آئی تھیں۔" گھبرا کر وضاحت کر ہی رہی تھی کہ احتشام نے باہر سے پکارا تھا۔

"شاذان اٹھ کر شرافت سے باہر آجاؤ۔ تمہارے مہمان تک جاگ گئے ہیں۔"

ایما اسے جھنجلاتا دیکھ کر تیزی سے واش روم کی طرف بڑھ گئی تھی۔ کافی دیر بعد باہر نکلی تو شاذان احتشام سمیت غائب تھا۔ اس نے سکون کا سانس لیا۔

"پتا نہیں پوری زندگی اس شخص کے ساتھ کیسے گزرے گی جس کے ساتھ ایک لمحہ بھی سہم سہم کر گزرتا ہے۔" گلابی سوٹ میں ملبوس بالوں کو سلجھاتے ہوئے وہ سوچ رہی تھی کہ ثنا بھابھی چلی آئیں۔

آج وہ خاصی شوخ ہو رہی تھیں۔ وہ جھینپتی رہی اور ان کی ہدایتوں کے مطابق تیار ہوتی رہی۔ الیکٹرک بلیو کلر کامدانی والی ساڑھی میں اس کا پورا وجود جگمگا اٹھا تھا۔ وہ خود سے شرما گئی۔ "چلو اب فٹافٹ نیچے آؤ' میں شاذان کو بھیج رہی ہوں وہ بھی ذرا چینج کرلے۔" وہ کہہ کر باہر نکلیں تو وہ جھک کر نازک سینڈل کا اسٹرپ باندھنے لگی۔ اسی لمحے شاذان اندر داخل ہوا تھا۔ نظر سیدھی اس کافر حسن پر پڑی تھی۔ رک گیا۔

اور وہ جو اپنے آپ میں مگن فارغ ہو کر سیدھی ہوئی۔ اسے سامنے پاکر بے اوسان سی ہوگئی۔ بڑی گہری نظریں اس کا حصار کرچکی تھیں۔ وہ قدم بڑھا کر اندر چلا آیا۔

"یہ کپڑے آپ کے لیے بھابھی نے۔۔۔"

وہ اٹک اٹک کر کہہ رہی تھی کہ اپنے شانوں پر اس کے مضبوط ہاتھوں کا وزن محسوس کرکے بالکل چپ سی ہوگئی۔ بیڈ پر رکھے سوٹ کی طرف اشارہ کرتا ہوا ہاتھ بھی ڈھلک گیا۔ شاذان کی استحقانہ نظریں اس کا چہرہ جھلسائے دے رہی تھیں۔

"کپڑے انسان کا حسن نہیں' انسان کپڑے کی ویلیو بڑھاتا ہے۔ شاذان حیات علی کچھ بھی پہن لے اس پر سب جچتا ہے۔ ایٹی وے ویسی بھابھی کی چوائس اچھی ہے۔" وہ اس کی ساڑھی کے آنچل کو چھوتے ہوئے بولا تو وہ سرگیں انداز میں مسکرا دی۔

"ایما۔۔۔" کچھ سوچ کر اس نے بے اختیار سنجیدگی سے اسے پکارا تھا۔

"جی سر۔" دوسری طرف بھی ایسی ہی بے ساختگی تھی۔ شاذان چونکا۔ وہ بھی یکدم ہونٹ بھینچ گئی تھی۔

"ناؤ آئی ایم یور ہسینڈ یو کین کال میں شاذان۔"

اس کی یہ سادہ سی ادا شاذان کو ڈگمگا سی گئی۔ اس کا رخسار ہلکے سے تھپتھپا کر کہتے ہوئے اس نے اسے آزاد کیا۔ تو وہ یہ پوچھے بنا کہ کیا کہنے کے لیے اسے روکا تھا۔ تیزی سے باہر کی طرف لپک گئی۔ اسی لمحے فون کی بیل گنگنا اٹھی۔ وہ مڑی۔ فون نزدیک تھا اس لیے اس نے آگے بڑھ کر اٹھا لیا کہ شاذان واش روم کی طرف بڑھ گیا تھا۔

"ہیلو۔"

"ہیلو۔ ویر از شاذان۔" (Where is shanan)

دوسری طرف سے نسوانی آواز اور انگریزی لہجہ سن کر وہ ٹھٹک سی گئی۔

"گو ہم دا ریسیور۔" (Go him the receiver)

اس کے یوں خاموش ہوجانے پر باقاعدہ ڈپٹ کر کہا گیا تھا۔

"کون ایما۔" شاذان مڑا تھا۔

"پتا نہیں سر۔ آپ کو پوچھ رہی ہیں۔"

دوسری طرف جس استحقاق سے کہا گیا تھا وہ نروس ہوگئی تھی۔ ایک بار پھر "سر" کہہ گئی تھی مگر شاذان خطرے کی گھنٹی محسوس کرتا تیزی سے آگے آیا تھا۔ اسے ریسیور تھمادیا۔ اور رک کر اسے دیکھنے لگی۔

"ہیلو کرسٹینا اٹس یو؟" (Its you Christina)

شاذان نے جس انداز سے کرسٹینا کو پکارا تھا اسے محسوس ہوا کہ دونوں کے درمیان باہم آشنائی ہے۔ لب آپ ہی آپ بھنچ سے گئے۔

شاذان نے ایک نظر اسے دیکھا اور جانے کا اشارہ کیا تو دل پہ بوجھ لیے وہ باہر نکل گئی۔ احساسات کی نازک دنیا تین لفظوں سے استوار ہو چکی تھی۔ ایک رات ہی اس کے اندر بہت بڑا تغیر لائی تھی۔ شاذان اس کا شوہر تھا۔ اگر وہ اس کی تھی تو وہ بھی اس کا تھا۔ پھر بیچ میں یہ کرسٹینا کون تھی؟

شاذان نے اسے باہر جانے کو کیوں کہا؟

اس کے بیڈ روم میں لگا یہ فون شاذان کی موجودگی میں ہی کنیکٹڈ رہتا تھا ورنہ اس کا پلگ نکال دیا جاتا تھا اور وہ ایسا شاذان کے حکم سے ہوتا تھا کہ وہ اس فون کا ذاتی نمبر ہر ایک کو نہیں دیا کرتا تھا۔

جب بھی پاکستان آنا ہوتا وہ اسے Connect کر لیتا تو کرسٹینا سے اسی بربات ہوتی تھی۔

وہ باہر تو نکل گئی مگر دل اندر چھوڑ گئی تھی۔ شاذان نے دھیرے سے دروازہ بھیڑ دیا۔ ادھر سے کرسٹینا پوری گرج چمک کے ساتھ برس رہی تھی کہ پچھلے ایک مہینے

میں اس نے اسے بالکل کال نہیں کیا تھا۔ یہ فون بھی ان پلگڈ تھا۔ کل غالباً کمرے کو ڈیکور کرتے ہوئے اسے ثنا بھابھی نے کنیکٹ کیا تھا۔

"اینڈ ہو واز ریسیورنگ گرل۔ از شی یور میڈ سرونٹ۔"

girl. Its she your mad servant. And who was the receiving

شاذان کے ان بہانوں کے جواب میں وہ ہنوز کرخت لہجے میں رعونت سے پوچھنے لگی تو وہ "میڈ سرونٹ" کے لفظ پر ٹک سا گیا۔

"یو ڈونٹ ہیو ٹو آسک اٹ۔ یو مسٹ ٹرسٹ می کرسٹی۔"

"تمہیں یہ پوچھنا نہیں چاہئے۔ مجھ پر اعتماد کرنا چاہئے کرسٹی۔" وہ سنبھل کر محبت بھرے لہجے میں بولا تو کرسٹینا چپ سی ہو گئی پھر کافی دیر وہ اسے سمجھاتا رہا اور وہ اسی ہفتے واپس آنے پر زور دیتی رہی۔ بالآخر معاملہ دس دن پر ٹلا۔

"ٹین ڈیز مین اونلی ٹین۔ ناٹ آ سنگل آور مور۔"

(دس دن کا مطلب دس دن ہوتا ہے۔ ایک گھنٹہ بھی زیادہ نہیں)

بحث و تمحیص کے بعد اسے دھمکی دے کر فون بند ہو گیا تھا۔ شاذان سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔ کرسٹینا کی آواز نے اسے واپس ماضی میں پہنچا دیا تھا۔ اس کی محبت دوبارہ عود کر آئی۔ کل رات والی فیلنگز اب قطعاً بدل گئی تھیں۔

جس لمحے وہ تیار ہو کر نیچے آیا تو سب لوگ منتظر تھے۔

"بہت راہ دکھائی بیٹا۔ سب ٹھیک تو ہے۔"

پھپھو بناوٹی محبت کا اظہار کر رہی تھیں۔ وہ گریبی کا خیال کر کے محض سر کا اشارہ کر کے ٹیبل پر آ بیٹھا۔ نظر اٹھا کر ساتھ بیٹھی ایما کو نہ دیکھا جو اس وقت بہت مضطرب نظر آ رہی تھی۔

عینی اور بھابھی کی چھیڑ چھاڑ میں احتشام سمیت شاذان کی دوسری کزنز بھی شامل تھیں۔ ایما کی نظریں جھکی ہوئی تھیں جبکہ وہ محض ایک آدھ بار سنجیدہ چہرے پر پھیکی مسکراہٹ سجا کر اٹھ گیا۔

احتشام نے محسوس کر لیا تھا کہ وہ کچھ الجھا ہوا ہے۔ ناشتے کے بعد پھپھو اور عینی وغیرہ ایما کے ساتھ جا بیٹھیں تو وہ احتشام کے ساتھ اپنے کمرے میں چلا آیا۔

"خیریت' یہ چہرے پر بارہ کس خوشی میں بج رہے ہیں۔ شاور لینے سے پہلے تو تم اچھے خاصے تھے۔ یہ اوپر جا کر واپس آتے آتے ایسا کیا ہو گیا؟" بیٹھتے ہی تفتیش کا آغاز کر دیا گیا تھا۔ شاذان گہری سوچ میں غرق خاموشی سے سگریٹ سلگا کر بیٹھ گیا۔

"کچھ پوچھا ہے میں نے برخوردار۔"

"پلیز شانی۔ اٹس آ ہارڈ ٹائم فار می۔ آئی ایم ویری ٹینس۔

Its a hard time for me I am very tanse.

مذاق کا موڈ نہیں ہے میرا۔"

"آئی ایم ٹو سیریس شاذان۔ بتاؤ کیا مسئلہ ہے۔"

احتشام حد درجے سنجیدہ ہو گیا تھا۔ ایما کو اس نے خود چنا تھا۔ اب لاشعوری طور پر اس کی خوشیوں کی حفاظت اسے اپنی ذمہ داری لگنے لگی تھی۔

"کچھ خاص نہیں' بس مجھے واپس لندن جانا ہے اور وہ بھی اسی ہفتے میں۔"

وہ بے حد اکھڑا ہوا ہو رہا تھا۔ احتشام کی بھنوئیں تن سی گئیں۔ اس نے سوال کیا: "کیا کرسٹینا سے بات ہوئی ہے؟"

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے شانی۔ وہ مجھے کانٹیکٹ کرے یا نہ کرے مجھے واپس تو جانا ہی ہے نا۔"

"تم واپس ہی تو آئے تھے شاذان۔ مائنڈ یو۔ تم یہاں سے گئے تھے سو واپسی کا سفر تو اس طرف کرنا ہوگا نا۔"

احتشام اب بالکل سنجیدہ ہو گیا تھا۔ شاذان تلملا کر اٹھ کھڑا ہوا۔

"پلیز مجھے لفظوں میں مت الجھاؤ۔ کرسٹینا کو میری ضرورت ہے۔ تم اچھی طرح جانتے ہو کہ وہ میرے بغیر اکیلی ہو گئی ہے۔ شی از مائی وائف شانی۔ اور وہ ـــــ"

"پلیز شاذان۔ کم ٹو دا پوائنٹ۔ حقیقت یہ ہے کہ تمہیں اس کے اکیلے پن کا خوف نہیں بلکہ اس بات کا ڈر ہے کہ کہیں وہ تمہیں اکیلا چھوڑ کر اپنی گزشتہ بلکہ سابقہ زندگی کی ر ں میں نہ کھو جائے۔" اس کی بات قطع کرتے ہوئے احتشام نے جل کر کہا۔ وہ سر تا پیر جھلس گیا۔

"اٹس ا ۔نفت شانی۔ میں مزید کچھ سننا نہیں

چاہتا۔ بس اتنا بتاؤ کہ اب گریبی کی فزیکل کنڈیشن کیسی ہے؟ کیا میں ایما کی کسٹڈی میں انہیں چھوڑ کر جا سکتا ہوں؟" ہاتھ اٹھا کر اس نے اپنے آہنی لہجے میں قطعیت سے کہا تو احتشام کے لیے سمجھنا ناممکن نہیں رہا کہ اب وہ کچھ اور نہیں سنے گا۔

"چھوڑ کر تو تمہیں جانا ہے تو پھر یہ سوال تو بے معنی ہی ہے۔ یوں بھی ایما میری (Judgement) ججمنٹ کے مطابق ایک اچھی لڑکی ہے' ہمدرد اور رشتوں کا لحاظ کرنے والی۔" احتشام کے لہجے میں طنز چھپا ہوا تھا۔

شاذان نے قصداً" تاثر نہیں دیا۔ "جب وہ اپنی لالچی پھپھو کی خدمت کر سکتی ہے تو گریبی تو پھر اسے عزت اور محبت دیتی ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ وہ مجھے مایوس نہیں کرے گی۔"

"مجھے۔" پر بالخصوص زور دیا گیا تھا۔ شاذان کچھ نرم سا پڑ گیا۔

"اٹس جسٹ چیٹنگ شاہی۔ تم نے مجھ سے خود کہا تھا کہ ایما جیسی مڈل کلاس لڑکی سے شادی کر کے میری آزادی قائم رہے گی۔ وہ میری ذمہ داری ہوگی۔ ایسی کوئی کمٹ منٹ نہیں ہوئی تھی میرے تمہارے درمیان۔ میں نے محض اسے گریبی کی خاطر اپنایا ہے۔"

"اور کرسٹی' انہیں تم کیا جواب دو گے بلکہ خود اپنے دل کو کیا جواب دو گے' ضمیر کو کیسے سمجھاؤ گے کہ ایک عدد معصوم لڑکی کی زندگی کو تم نے کس آسانی سے تباہ کر دیا؟"

احتشام چیخ گیا تھا بری طرح جس پر شاذان سخت مشتعل ہو کر اٹھ کھڑا ہوا۔

"آئی سی۔ اب میں سمجھا تم نے مجھے ٹریپ کیا ہے' رشتوں کی نازک ڈوریوں میں الجھا کر یہاں قید کرنا چاہا۔ بٹ یو آر ابسولوٹلی رونگ
(But you are absolutly wrong)
مسٹر احتشام کوئی مجھے Compel نہیں کر سکتا۔ یہ جو تین بولوں کا رشتہ تم نے استوار کیا ہے نا' اسے میں تین لفظوں سے توڑ بھی سکتا ہوں۔ تم نے میرا نام ایما سے جوڑا ہے' میرا دل نہیں۔" زہریلے سفاک لہجے میں کہتا وہ تیز قدموں سے دروازے کی طرف بڑھا ہی تھا کہ ایک جھٹکے سے دروازہ کھلا تو جیسے لمحے بھر کے لیے اس کا گرم خون گردش کرتے ہوئے تھم سا گیا۔

سامنے ہی ایما کھڑی تھی۔ دروازے کی چوکھٹ کچھ اس طرح تھام رکھی تھی جیسے ابھی گر پڑے گی۔ اس کی چمکدار آنکھوں کے ستارے بجھ چکے تھے۔ آنسو بنا آواز کے اس کے گالوں پر پھسلے جا رہے تھے۔ شدید شاک نے اسے ساکت کر دیا تھا۔ شاکی نظریں اس پر جمی تھیں جو لمحے بھر کے لیے صاف ہوئیں اور پھر دھندلاتی چلی گئیں۔

"ایما۔"

اسکے لب بے آواز جنبش کر گئے تھے۔ اور وہ جو کسی سنگی مجسمے کی طرح ساکت تھی' کسی بھیانک خواب سے جاگی۔ ایسا جان لیوا انکشاف ہوا تھا کہ ہونٹ کاٹتے ہوئے اس نے بمشکل اپنی سسکی روکی تھی۔ پھر پلٹ کر وہ دائیں جانب بنی اسٹڈی روم کی طرف دوڑی تو شاذان حیات چاہتے ہوئے بھی اسے روک نہ سکا۔

ایک سکتہ اس منظر پہ اس کے اندر بھی ٹوٹا تھا۔

"کیا ہوا؟" احتشام اسے یوں دروازے میں ایستادہ و منجمد دیکھ کر بے ساختہ آگے بڑھا۔

شاذان کے اندر اس سوال پر کھلبلی سی مچ اٹھی تھی۔ باوجود لاکھ خود مختار' خود سر اور کسی حد تک خود غرض ہونے کے وہ احتشام کے سامنے جواب دہ ہونے سے خائف ہو گیا' خود کو سنبھال کر بولا۔

"نتھنگ۔ خدیجہ آنٹی تھیں۔"

"دیکھو شاذان' خیال رکھو۔ یہ معاملہ اس طرح طیش کھانے کا نہیں۔ تم نے گریبی کی خاطر اتنا سب برداشت کیا ہے تو اب اس کی پرواہ بھی کرو۔ تماشا مت بناؤ' چلو چلیں کر اندر بیٹھو اور اکیلے میں سوچو۔ خود ہی کوئی نہ کوئی حل نکل آئے گا۔" اس وقت معاملہ فہمی سے کام لیتے ہوئے احتشام کا لہجہ نرم پڑ گیا تھا۔ یوں بھی شاذان اس کا سب سے قریبی دوست تھا۔ اس کی پریشانی وہ اپنے دل میں محسوس کر سکتا تھا۔

اور اس وقت اسے احساس تھا کہ وہ سخت اپ سیٹ ہے۔ اس لیے آرام کرنے کی ہدایت دیتا یہ کہہ کر باہر نکل گیا کہ "انصاف کو ہاتھ سے نہ جانے دینا۔"

مگر کیا انصاف کرنا اتنا ہی آسان تھا؟ ایما کا پورا وجود مجسم آنسو بنا اس سے استفسار کر رہا تھا۔

"کیوں کیا ایسا؟ کیا قصور تھا میرا؟"

محض یہ کہ میرے سر پہ والدین کا سایہ نہیں۔

یا اس لیے کہ میں معاشی و اقتصادی طور پر بہت کمزور ہوں۔"

وہ ہاتھوں میں سر تھام کر بیٹھ گیا۔ تصور میں بھی نہ تھا کہ ایسا ہو جائے گا۔ دوسری طرف وہ جو دروازہ سامنے نظر آیا دھکتی دھونکنی کی طرح چلتی آئی بڑی بے نیاز بے اختیاری بڑھتی چلی گئی۔

بہت آرام وہ گدیلی کرسی پر بیٹھ کر سر میز سے ٹکا دیا تھا، مگر پھر بھی ایسا لگ رہا تھا جیسے کسی کانٹوں کے بستر پہ دھکیل دیا گیا ہو۔ پورا وجود زخمی ہو رہا تھا۔ آنسو ابل ابل کر گر رہے تھے۔ کل تک وہ کتنی خوش تھی۔ اپنی زندگی اور تقدیر سے رہنے والی ہر شکایت ختم ہو گئی۔ مگر ابھی تو اسے مکمل طور پر اپنی خوش بختی کا یقین بھی نہیں آیا تھا۔ ابھی تو اس نے خدائے بزرگ و برتر کا شکریہ بھی ادا نہیں کیا تھا۔ ابھی تو خواب پوری طرح آنکھوں میں سجے بھی نہ تھے۔ کہ اجڑ گئے۔

سارے ارمان کانچ کی کرچیوں کی صورت بکھر گئے تھے۔

ابھی ذرا دیر پہلے ہی تو وہ ہنی کے شوخ جملوں کے جواب میں مسکرا کر آئی تھی کہ آنکھوں سے آنسوؤں کی برسات شروع ہو گئی۔

کرسٹینا کے فون اور اس کے لہجے پر وہ ٹھٹکی ضرور تھی، مگر بات اتنی سنگین ہو گی اس کا قطعاً اندازہ نہ تھا۔ اپنی سماعتوں پہ اسے لمحے بھر کے لیے یقین نہیں آ رہا تھا، مگر پھر بھی اشک رواں تھے۔ نجانے کتنی دیر اس طرح گزر گئی تھی کہ اچانک دروازہ کھول کر ثنا بھابھی اندر چلی آئیں۔

"ایما، ارے کیا ہو گیا بھئی۔ خیریت تو ہے؟"

اسے دیکھ کر وہ آگے بڑھیں تو اندازہ ہوا کہ وہ رو رہی ہے۔ وہ بہ عجلت اس کے پاس پہنچیں۔ "ایما۔ ارے کیا بات ہو گئی بھئی۔ ابھی تو تم بالکل ٹھیک تھیں، کسی نے کچھ کہہ دیا کیا؟" وہ اس کا سر اٹھاتے ہوئے پوچھ رہی تھیں۔

اپنا غم بھول کر وہ سٹپٹا سی گئی۔ اسے ثنا سے کچھ کہنا چاہیے یا نہیں۔ یہ بات سمجھ نہیں آ رہی تھی اس لیے گھبرا کر آنسو صاف کرنے لگی۔

ایما، ابھی کسی سے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔ کیا پتا ثنا بھابھی خود بے خبر ہوں۔ اس کے دل نے صلاح دی

تھی جس پر وہ صائب تھی۔

"نہیں بھابھی! بس ویسے ہی بابا اور اماں کا خیال آ گیا تھا۔" کہتے کہتے اس کی آنکھیں ایک بار پھر چھلک اٹھیں۔ ثناء کا دل پسیج گیا۔ "یہ تو نیچرل سی بات ہے۔ آج کے دن میکے والے ہوتے ہیں اس لیے تمہیں خیال آ گیا، مگر دیکھو اس طرح رونے سے دکھ تو ختم نہیں ہو گا، پھر کیا ہم سب تمہارے نہیں۔ گرینی تو بے حد لونگ ہیں، تمہیں اپنے پیرنٹس کی کمی محسوس نہ ہو گی۔ میری گارنٹی ہے۔" وہ اسے بہلا رہی تھیں۔ وہ مسکرا دی۔

"دیٹس لائک آ گڈ گرل۔ چلو چل کر اپنے کمرے میں آرام کرو۔ رو رو کر حشر کر لیا ہے اپنا۔ اتنی محنت سے میں نے تیار کیا تھا تمہیں ——— خیر بری تو اب بھی نہیں لگ رہی ہو۔ شاذان کتنا خوش قسمت ہے کہ تم جیسی پیاری سی نازک سی وائف ملی ہے اسے۔" وہ برملا اس کی تعریف کر رہی تھیں۔

وہ جھینپ سی گئی۔ ساتھ ہی ایسا لگا جیسے ثنا کا جملہ کسی انی کی مانند اس کے دل میں اتر گیا ہو۔ تکلیف کی شدت سے اس کی آنکھیں نم ہونے لگیں، مگر ثنا نے اسے موقع نہیں دیا مزید سوچنے کا اور اسے کھینچ کھانچ کر اس کے کمرے کی طرف لے آئیں۔

"پلیز بھابھی۔ آپ مجھے گرینی کے پاس لے چلیں۔ میں ان کے پاس جانا چاہ رہی ہوں۔" اس کا دل مطلق شاذان کا سامنا کرنے کو نہیں چاہ رہا تھا۔ بے بسی سے بولی۔

"اور وہاں جو تمہارے مجازی خدا میری شان میں قصیدہ پڑھ رہے ہوں گے کہ میں نے تمہیں روک رکھا ہے اس کا کیا ہو گا؟" ثنا معنی خیزی سے مسکرائیں۔ جواباً وہ بے دلی سے سر جھکا گئی۔

"پلیز بھابھی، مجھے گھبراہٹ ہو رہی ہے۔"

"یہی تو دن ہیں گھبراہٹ دور کرنے کے۔ چلو شاباش گرینی نے تمہیں اوپر بھجوایا تھا، اب ان کے پاس جاؤ گی تو کیا کہو گی؟ یہ کہ آپ کے پوتے سے ڈر لگتا ہے مجھے۔" وہ ہنس رہی تھیں جبکہ اس کی جان پر بنی تھی۔

پھر لاکھ چاہنے پر بھی وہ بھابھی سے بحث نہ کر سکی۔ نہ جانے وہ کیا سمجھتیں سوچ چپ چاپ ان کے ساتھ مرے مرے قدموں سے چلی آئی۔

"لو جی تمہاری امانت۔" کمرے میں داخل ہوتے

ہی ثنا نے با آواز بلند کہا تو شازان چونکا۔ اس کی طرف نظر اٹھی تو اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا۔

چہرے پر رونے کے آثار صاف دکھائی دے رہے تھے۔ قدرے تفکر سے ثنا کی طرف دیکھا۔ وہ اس کا استفسار سمجھ گئی تھیں۔ مسکرا کر بولیں:

"آج کا دن ہی ایسا ہوتا ہے' لڑکی کے اگر پیرنٹس ہوں تو بھی ان کی کمی وہ فیل کرتی ہے نہ ہوں تو بھی۔ بس ذرا اپنے بابا کو یاد کر رہی تھیں تمہاری مسز۔ دیکھو تو کیا حال کر ڈالا ہے اپنا۔" وہ اسے بیڈ پر بٹھاتے ہوئے بولیں تو وہ مزید سر جھکا گئی جبکہ شازان نے ممنونیت سے اسے دیکھا تھا۔

"اب سنبھالو اسے۔ حیرت ہے تمہارے ہوتے ہوئے بھی اسے آج رونے کی فرصت مل گئی۔ کیسے شوہر ہو تم' بیوی کی اتنی بھی پروا نہیں۔ نہ جانے کب سے یہ اسٹڈی میں بیٹھی تھی۔" دروازے کی طرف جاتے ہوئے ثنا نے دبے دبے لہجے میں اسے ڈپٹا تو وہ بالوں پر ہاتھ پھیر کر رہ گیا۔ ثنا چلی گئیں تو وہ مڑا۔ بیڈ خالی پڑا تھا۔ وہ ڈریسنگ روم جا چکی تھی۔ واپس آئی تو کپڑے تبدیل ہو چکے تھے۔ سفید خوبصورت کرتے اور چوڑی دار پاجامے کے ساتھ لال رنگ کی چنری تھی۔ زیور اور میک اپ سے مبرا چہرہ ضبط گریہ کی گواہی دے رہا تھا۔

شازان سگریٹ ایش ٹرے میں مل کر اسے دیکھنے لگا جو خاموشی سے جا کر صوفے پر بیٹھ گئی تھی۔ یوں ہی کچھ دیر خاموشی ان کے درمیان بولتی رہی۔

شازان کی نظروں کا ارتکاز محسوس کر کے وہ جز بز ہو رہی تھی' مگر سر جھکائے رہی۔ بالآخر اس نے ہی پکارا:

"ایما" لہجے میں نرمی تھی۔

وہ خاموش رہی' البتہ سر اٹھا کر ایک نظر اس پر ڈال لی تھی۔ ایسی زخمی نگاہ تھی کہ شازان حیات علی کا مونگے کی چٹان ایسا دل محسوس کیے بغیر نہ رہ سکا۔

"پلیز یہاں آؤ۔" شازان نے پکارا تو اسے بادل نخواستہ اٹھنا ہی پڑا۔ انداز خاصہ میکانکی تھا۔ اس کے نزدیک آ کر وہ کھڑی ہو گئی تھی۔ شازان نے بیٹھنے کا اشارہ کیا تو سامنے پڑی کرسی پر وہ تھکے تھکے انداز میں ٹک گئی۔

"دیکھو ایما۔ جو کچھ سنا جائے' ضروری نہیں کہ حقیقت ہی ہو۔" اس کا جملہ ایسا تھا' اس نے ایک جھٹکے سے سر اٹھا کر اسے دیکھا تھا۔ ویسی ہی ساحرانہ آنکھیں تھیں اور ویسا ہی اس کا زخمی فسوں۔

"آئی مین یہ سچ ہے کہ میں نے تمہیں اپنی وائف میں شامل احتشام کے کہنے سے کیا تھا۔ یہ بھی سچ ہے کہ میں گریٹی کی فل ٹائم کیئر کے لیے کسی رسپانسبل بندے کو یہاں چھوڑنا چاہتا تھا اور یہ بھی سچ ہے کہ کرسٹینا میری فرسٹ وائف ہے اینڈ آئی ریئلی لو ہر ویری مچ۔" شازان صاف گوئی سے کہہ رہا تھا۔ اس نے ہونٹ یوں کاٹے کہ خون چھلک آیا۔

"مگر یہ بھی سچ ہے دیٹ آئی ڈو ٹرسٹ یو۔

(That I do trust you)

اور میں تمہاری رسپیکٹ کرتا ہوں۔ تم میری وائف ہو۔ اس گھر میں ہر چیز پر تمہارا حق ہے اور یہ حق میں نے تمہیں دیا ہے۔

یو ڈیزرو اٹ۔(You Deserve it)>

آگے جھک کر اس کا ہاتھ تھام لیا تھا اس نے۔ وہ کسمسا کر رہ گئی' مگر پھر جانے کیا سوچ کر گہری سانس بھرتے ہوئے اس نے خود کو ڈھیلا چھوڑ دیا تھا۔ شازان نے اسے اپنے قریب بٹھا لیا۔

"گریٹی بہت لونگ عورت ہیں۔ انہیں بغیر ری لیشن کے بھی محبت بانٹنے کی عادت ہے۔ جیسے شامی ہی از جسٹ مائی فرینڈ(He is just my friend) مگر گریٹی اسے میری طرح چاہتی ہیں جبکہ تمہیں انہوں نے خود چوز کیا ہے۔ وہ تم سے محبت کرتی ہیں اور مجھے یقین ہے کہ تم بھی انہیں ایسا ہی ریٹرن دو گی' کیونکہ تم محبت کرنے اور محبت کروانے کے لائق ہو۔" اپنا مضبوط بازو اس کے گرد حمائل کرتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

ایما کی آنکھوں سے آنسو بہنے کو مچلنے لگے' مگر اسے خود پر ضبط کرنا تھا۔ شازان کے حوالے خود کو کرتے ہوئے اس نے کرب سے آنکھیں موند لی تھیں۔ شاید یہی اس کا مقدر تھا کہ رشتے اسے صلیب کی مانند کندھوں پر اٹھانے تھے۔ اس کی مجبوریوں کے عوض شازان حیات نے اسے نکاح کے بندھن کی قیمت چکا کر خریدا تھا۔ اسے اپنے وجود سے یہ قرضہ اتارنا تھا۔

شام کو ولیمہ تھا۔ ثنا اسے تیار کرانے کے لیے باہر لے جا رہی تھیں۔ وہ زخمی روح کی طرح کرچیاں سمیٹتی ان کے کہنے پر عمل کیے جا رہی تھی مگر ذہن ساتھ دینے سے قاصر تھا۔ شاید یہی وجہ تھی کہ جب کل کی طرح

اسے خوبصورت کامدار لباس اور حسین زیورات سے سنوارا گیا تو وہ بخار سے بری طرح تپ رہی تھی۔

آج بھی ہوٹل میں ری سپشن تھا۔ اسے شاذان کے ساتھ لا کر بٹھایا گیا تو وہ بھی چونک گیا۔ بے اختیار اس کی چوڑیوں سے سجی کلائی تھام کر بولا۔

"شی از ہاٹ ویل۔ اسے تو ٹمپریچر ہے بھابھی۔"

"ہاں پتا نہیں کیا ہو گیا ہے اسے۔ شاید نظر لگ گئی ہے۔ ماشاء اللہ لگ بھی تو اتنی اچھی رہی ہے۔" وہ پریشانی سے کہتے کہتے مسکرا دی تھیں۔

شاذان کے ماتھے پر تفکر کی لکیریں کھنچ گئیں۔ جھک کر اسے دیکھا۔

چہرہ بخار کی شدت سے گلابی ہو رہا تھا اور آنکھیں بار بار پانی سے بھر رہی تھیں، جنہیں وہ جھپک جھپک کر اندر اتارنے کی کوشش کر رہی تھی، پھر اس میں ایک تحریر واضح لکھی نظر آ رہی تھی کہ (نظر تو میری خوشیوں کو لگ گئی ہے)

"نہیں، میرا خیال ہے اندر لے جائیں بھابھی۔ یہاں یہ ان ایزی رہیں گی۔" کچھ سوچ کر شاذان نے بے حد تلخی سے کہا تھا۔ ایما نے بے ساختہ شاکی نظروں سے اس کی طرف دیکھا، مگر ادھر اثر نہ ہوا۔

"ارے دماغ تو ٹھیک ہے تمہارا، اتنی جلدی کیسے اندر لے جاؤں؟ چلو تم چپ بیٹھو۔ میں نے دوا دی ہے اسے۔ تھوڑا سا برداشت کر لے گی یہ۔ نہیں تو گریٹی کو جواب دینا مشکل ہو جائے گا۔" ثنا نے ڈپٹ دیا تو دونوں ہی سیدھے ہو بیٹھے۔

پھر بقیہ وقت وہ خود پر کافی ضبط کیے بیٹھی رہی۔

مودی اچھی طرح بنائی گئی تو ثنا اسے اٹھا کر ڈریسنگ روم لے گئیں جہاں جاتے ہی اس نے ہاتھ پاؤں چھوڑ دیے تھے۔

اگلے دو دن بخار اور اس کی کمزوری میں نکل گئے۔ شاذان البتہ اس دن کے بعد سے بہت سنجیدگی سے سوچ میں ڈوبا رہنے لگا تھا۔

ٹھیک سات دن بعد اسے جانا تھا۔ اور یہاں ایما کی حالت کے پیش نظر اسے گریٹی سے اجازت ملتی نظر نہیں آ رہی تھی کہ اچانک لندن سے آنے والے فون نے اسے کچھ بھی سوچنے سمجھنے کی مہلت نہ دی۔ کرسٹینا کا بڑا خطرناک ایکسیڈنٹ ہوا تھا وہ ہاسپٹل میں تھی۔

جس وقت یہ فون آیا۔ رات کے چار بج رہے تھے۔ ایما دوا کھا کر سو رہی تھی، مگر بیل بجنے پر اس کی آنکھ کھل گئی تھی۔ شاذان نے فون سن کر جس بے قراری سے بند کیا وہ بھی اٹھ بیٹھی۔

"خیریت تو ہے؟" اس کی سوالیہ نظروں میں نیند کا خمار تھا۔

"نہیں، کرسٹینا کا ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے۔" مختصر اور انتہائی فکرمند لہجے میں کہہ کر وہ غالباً" سول ایوی ایشن والوں کو فون ملانے لگا تھا۔ وہ سہمی ہوئی نظروں سے اسے دیکھتی بیڈ کراؤن سے لگ کر بیٹھ گئی تھی۔

ذرا دیر بعد ہی صبح سات بجے کی فلائیٹ کی اطلاع ملی تو وہ بہ عجلت اٹھ کھڑا ہوا۔

"میرا بریف کیس سیٹ کرو، میں آتا ہوں۔" تیزی سے باہر کی جانب جاتے ہوئے اسے ہدایت دی گئی تھی۔

اس کے اندر اس ناگہانی پر جیسے برسوں کی تھکن اتر آئی تھی۔ وہ شاذان کی بیوی تھی۔ وہ بھی نئی نویلی۔ ابھی ان کی شادی کو دن ہی کتنے ہوئے تھے۔

مگر شاذان کرسٹینا کے لیے بے چین ہو گیا تھا۔ چند دنوں میں اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ نیند کا بے حد رسیا تھا۔ سوتا تو گھنٹوں کی خبر لاتا، مگر اس وقت وہ اپنی نیند بھلائے ہوئے تھا۔

بہت سی سوچوں نے اس کی آنکھیں دھندلا دیں تھیں، مگر وہ سر جھٹک کر اٹھ گئی۔ بریف کیس تلاش کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ سامنے ہی پڑا تھا۔ اس نے ضروری سامان رکھنا شروع کیا۔

"ہری اپ ایما! اتنا ٹائم نہیں ہے۔" ذرا دیر بعد ہی وہ اندر تیزی سے آیا تھا۔ کچھ کاغذات اس کے ہاتھ میں تھے۔

ایک لمحے کے لیے ایما کو لگا، اس کا دل بند ہو جائے گا۔ نہ جانے ایسا کیوں محسوس ہوا کہ شاذان حیات ملک سے نہیں، اس کی زندگی سے جا رہا ہے۔

مگر اس وقت کچھ کہنے کا موقع تھا نہ مہلت۔ وہ خاموشی سے پیکنگ کرتی رہی۔ وہ بھی ساتھ ساتھ ضروری چیزیں اسے نکال کر دیتا رہا اور جب پلٹا تو وہ خود پر ضبط کے پہرے لگائے چہرہ جھکائے بیٹھی تھی۔ نہ چاہتے ہوئے بھی وہ محسوس کیے بنا نہ رہ سکا۔

لیکن اس وقت کچھ کہنا آبگینوں کو ٹھیس لگانے کے

مترادف تھا۔ سو خاموشی سے بریف کیس اٹھا کر باہر نکل گیا۔

گرینی حسب عادت پانچ بجے جاگ اٹھی تھیں۔ راہداری میں قدموں کی چاپ سنی تو باہر نکل آئیں۔ شاذان کپڑے بدل کر نیچے چلا آیا تھا' ایما بھی متورم چہرہ لیے ساتھ تھی۔

"ارے تم کہیں جا رہے ہو بیٹا؟" گرینی اسے یوں اچانک تیار دیکھ کر متحیر رہ گئی تھیں' کل تو کوئی ایسا پروگرام نہ تھا۔

"جی گرینی' ان فیکٹ میرا پارٹنر--- میرا بزنس پارٹنر سخت ایکسیڈنٹ کے نتیجے میں ہاسپٹلائز ہے' اسے میری ضرورت ہے۔ میں جاؤں گرینی؟" بریف کیس نیچے رکھ کر اس نے ان کا ضعیف ہاتھ محبت سے تھام کر لبوں سے لگا لیا تھا۔

گرینی اس اچانک افتاد کے لیے تیار نہیں تھیں' مگر اس کی سعادت مندی انہیں نہال کر گئی "میں کیا اجازت دوں بیٹا۔ اب تمہاری بیوی ہے۔ ابھی تو اس کے ہاتھوں کی مہندی کا رنگ بھی ہلکا نہیں پڑا اور تم یوں جا رہے ہو غیر معینہ مدت کے لیے۔" وہ سنجیدگی سے کہہ رہی تھیں۔ جہاندیدہ نظریں ایما کے چہرے کو پڑھ آئی تھیں۔

"اسے کوئی اعتراض نہیں گرینی ایما میری لائف پارٹنر ہے۔ اگر وہی انڈرسٹینڈ نہیں کرے گی تو کون کرے گا؟" اس نے کچھ جھجکتی ہوئی نظر اس پر ڈالی تھی۔ جس نے بے ساختہ اس جملے پر نگاہ اٹھا کر اسے دیکھا تھا۔ وہ کس دیدہ دلیری سے جھوٹ پر جھوٹ بول رہا تھا۔

"وہ تو ٹھیک ہے بیٹا مگر اس طرح نئی نویلی دلہن کو چھوڑ کر نہیں جاتے۔ خاندان' برادری والے کیا کہیں گے؟" وہ کچھ غیر رضامندی سے بولیں تو وہ تلخی سے مسکرایا۔

"مجھے لوگوں کی پروا نہیں۔ بس آپ مجھے غلط مت سمجھنا۔"

ایک بار پھر اس نے گرینی کا ہاتھ لبوں سے لگا لیا تھا۔ اس کی گرینی سے محبت مسلم تھی۔ ایما ان دونوں کے درمیان خود کو اجنبی سا محسوس کیے بنا نہ رہ سکی۔ خاص طور پر اس کا یہ کہنا کہ مجھے لوگوں کی پرواہ نہیں۔ اسے لگا اسے باقاعدہ جتایا گیا ہے کہ وہ اس کے لیے اہمیت نہیں رکھتی۔ آنسو گالوں پر پھسل کر اس کے گلابی ڈوپٹے میں جذب ہو گئے تھے۔

"میں تمہیں غلط سمجھ ہی نہیں سکتی میرے بچے کہ تم تو میرا سرمایہ ہو۔" گرینی نے اس کا ماتھا چوم لیا تھا جس کے چہرے پر شدید تشویش اور تفکر کے آثار تھے۔

"تھینکس گرینی۔ چلیں مجھے دروازے تک چھوڑ آئیے۔" اس نے ان کے کندھے پر بازو پھیلا کر بریف کیس اٹھا لیا۔ ایما دو قدم پیچھے ہٹی۔ اس نے مڑ کر دیکھا بھی نہیں۔ حساس دل کے لیے اس کا ایک ایک عمل چرکہ لگانے کے مترادف تھا۔

"بیٹا ایما آؤ۔" گرینی نے ہی اسے پکارا تھا اور وہ یہ سوچتی چلی آئی کہ اس کے آنے نہ آنے سے کیا فرق پڑتا ہے۔ بہرحال اس کی حیثیت ایک ورکر ہی کی تو تھی۔ پہلے وہ آفس میں کام کرتی تھی اور نقد تنخواہ پاتی تھی اور اب یہاں گھر میں ایک کیئر ٹیکر بنا کر لائی گئی تھی جس کی تنخواہ کے طور پر حق مہر' گھر میں حکم چلانے کا حق اور ہر طرح کی آزادی حاصل تھی۔

مگر کیا وہ واقعی آزاد تھی؟ یا یہ آزادی ایک طوق بنا کر اس کے گلے میں ڈال دی گئی تھی۔

"جلدی آنے کی کوشش کرنا بیٹا۔ میں نے تو سوچا تھا تم دونوں ساتھ جاؤ گے' دنیا گھومو گے۔ جلدی آ کر ایما کو بھی اپنے ساتھ لے جانا۔"

گرینی کہہ رہی تھیں۔ وہ سعادت مندی سے سر ہلا گیا۔ ایما کا دل دکھ کر رہ گیا۔ ایک گرینی کو خوش کرنے' انہیں سکھ دینے کے لیے اس نے ایما کا وجود بھٹی کی نذر کر دیا تھا "میں پوری کوشش کروں گا گرینی۔"

"چلو اللہ کی امان میں۔ ارے ایما تو وہاں کھڑی ہو۔ اسے ایئرپورٹ چھوڑنے تو جاؤ۔" گرینی نے گہری سوچ سے سر ہلا کر کہا تھا۔ اس پر یکدم نظر پڑی تو کہہ اٹھیں۔ دونوں چونک گئے۔

"نہیں گرینی وہ---" شاذان کے چہرے کا تناؤ ایک نگاہ میں اس نے پرکھ لیا تھا۔

"نہیں کا کیا مطلب۔ تم جاؤ اسے بھی ڈھارس رہے گی۔" "انہوں نے اس کا شانہ تھپک کے کہا تو وہ لاچاری سے شاذان کی طرف دیکھنے لگی۔

"بیٹھ جاؤ ایما' دیر مت کرو۔" کچھ سوچ کر اس نے اجازت دے دی تھی۔ گرینی کو وہ ذرا بھی شک نہیں ہونے دینا چاہتا تھا۔ ڈرائیور خاموشی سے کار اسٹارٹ

کر کے روڈ پر لے آیا تو دونوں اپنے اپنے خیالوں میں گم ہو گئے۔ کچھ دیر بعد وہی چونکا تھا۔ اس کی طرف رخ پھیر کر دیکھا۔

باہر سے آنے والی روشنی میں اس کے گالوں پر نمی چمک رہی تھی۔ اس نے گہری سانس بھر لی۔

"ایما۔" بہت آہستگی سے پکارا تھا۔ وہ میکانکی انداز میں اس کی طرف مڑی۔

"گرینی کا خیال رکھنا۔ مجھے تم پر ٹرسٹ ہے۔" اس کے گود میں رکھے ہاتھوں پر اپنے ہاتھ کا دباؤ ڈالتے ہوئے وہ بولا تو بے اختیار وہ رو پڑی تھی۔

"پلیز ٹیک اٹ ایزی۔" اسے خود سے لگاتے ہوئے وہ سنجیدگی سے بولا تھا' پھر اس کا چہرہ اونچا کر کے اس کی آنکھوں میں جھانکا تو وہ ساکت سی رہ گئی۔

"مجھے گرینی اور کرسٹینا دونوں عزیز ہیں۔ یہاں گرینی ہیں تو وہاں کرسٹینا۔ میں یہاں واپس ضرور آؤں گا۔ سو ڈونٹ بی اسکیرڈ۔" اس کی آنکھوں میں بے پناہ محبت تھی گرینی کے لیے' کرسٹینا کے لیے مگر اس کے لیے کچھ نہیں تھا۔ ایک حرف تسلی بھی نہیں۔ کوئی جذبہ محبت بھی نہیں۔

حتیٰ کہ رشتے کی فطری اپنائیت تک نہیں تھی۔

وہ اس کے نزدیک بیٹھا تھا' مگر اسے خود سے کوسوں بلکہ ہزاروں میل کے فاصلے پر دکھائی دے رہا تھا۔ نجانے ایک لمحے میں اس نے کیا کیا سوچ لیا تھا۔ شاذان اس کے چہرے کے بدلتے رنگ دیکھتا رہ گیا۔ حتیٰ کہ اس نے خود کو اس کی گرفت سے نکال لیا۔

"میں جانتی ہوں سر۔" بہت دیر بعد اس کے لبوں نے جنبش کی تھی۔

شاذان نے ہونٹ بھینچ کر رخ پھیر لیا۔ آج اس نے یہ نہیں کہا کہ مجھے سر مت کہو' کیونکہ وہ جانتا تھا کہ اب اس نے اپنی حیثیت جان لی ہے۔

جناح ٹرمینل پر حسب معمول رونق اور چہل پہل تھی۔ "اللہ حافظ۔"

وہ اوپر تک اسے چھوڑنے آئی تھی۔ تیزی سے آگے کی طرف بڑھتے شاذان نے بے ساختہ مڑ کر اسے دیکھا "اللہ حافظ اینڈ ٹیک کیئر۔"

اس کا گال کسی بچے کے رخسار کی طرح تھپتھپا کر وہ آگے بڑھا اور بڑھتا چلا گیا' حتیٰ کہ نظر سے اوجھل ہو گیا۔ جانے اس کی پلکیں دھندلائی تھیں یا وہ واقعی اوجھل ہو گیا تھا۔

☆ ☆ ☆

اور پھر یوں لگا جیسے وقت ٹھٹک گیا ہو۔ دن اور رات کا سیل رواں منجمد ہو کر رک گیا ہو۔ ہر شے پر اداسی چھا گئی تھی۔ تھکن اور خاموشی نے اس کے وجود کو اپنے حصار میں لے لیا تھا۔ ایسے میں گرینی کی محبت اور ہر دم خیال رکھنے والی عادت نے اسے مدہوش اور خود فراموشی سے بچائے رکھا۔

سارا دن وہ ان کے پاس رہتی' ان کی سنتی۔ کبھی کبھی اپنی بھی سناتی۔ ان کی خدمت کرتے ہوئے بس ایک ہی سرگوشی سنائی دیتی۔

"گرینی کا خیال رکھنا' مجھے تم پر ٹرسٹ ہے۔"

گرینی واقعی محبت والی عورت تھیں۔ ان کی سنگت میں اسے اپنے زخم مندمل ہونے لگتے۔ شاذان نے انجانے میں ہی سہی' اس پر ایک احسان کر دیا تھا۔

گرینی جیسی سچی اور پرخلوص ہستی کا ساتھ اسے دے دیا تھا وہ خوش تھی۔ اس مہربانی پر۔ ادھر شاذان نے جا کر محض ایک بار فون پر خیریت کی اطلاع دی تھی۔ گرینی نے ایما کو فون تھمایا تو ادھر سے یہ باتیں شروع ہو گئی تھی۔

"گرینی کا خیال رکھنا' دوا اور کھانا وقت پر دینا۔ اخشام سے اور ڈاکٹر بلگرامی سے کانٹیکٹ کرتی رہنا' انہیں اکیلا مت چھوڑنا اور انہیں کچھ مت بتانا۔"

اس کے لیے ایک جملہ بھی نہیں تھا اس کے پاس۔ لائن ڈس کنیکٹ ہوئی تو کتنی ہی دیر وہ محض گرینی کی خاطر ریسیور ہاتھ میں لیے کھڑی رہی جو بظاہر کتاب پڑھتے ہوئے بھی اس کی طرف متوجہ تھی۔

اتنا تو وہ بھی جانتی تھی کہ گرینی کے لیے "دکھ" اور "صدمہ" زہر قاتل ہے۔ اس کے ساتھ جو ہونا تھا وہ ہو چکا تھا' مگر اب اس کا بدلہ گرینی سے لینے کا اس نے سوچا تک نہ تھا۔ شاذان نہ بھی کہتا تب بھی وہ گرینی کو کچھ بتانے والی نہیں تھی۔ ایک انہی کا تو آسرا تھا۔ انہیں کھو کر وہ خود بکھر جاتی سو ان کا وہ خود سے بڑھ کر خیال رکھتی۔ انہیں ہر ممکن خوشی فراہم کرتی۔

خود سے البتہ وہ بے نیاز تھی۔ گرینی ٹوکتیں تو

کپڑے تبدیل کر لیتی۔ زیور کے نام پر گریبی کے اصرار کی وجہ سے اس نے گولڈ کی چین جس میں ہیروں کی جڑائی والا لاکٹ لٹک رہا تھا' پہنے رہتی تھی۔ ساتھ ہی کانوں کے ٹاپس تھے۔

ہاتھوں میں بھی گریبی اسے چوڑیاں پہنائے رکھتیں۔ طلائی چوڑیاں اس کی سنہری کلائیوں میں خوب جچتیں۔ ناک میں ہیرے کی نوز پن اور انگلیوں میں طلائی انگوٹھیاں۔ اگر شاذان کی محبت اسے ملتی تو شاید ان گہنوں کی اسے صحیح معنوں میں خوشی ہوتی مگر جب وہ ہی نہیں تو سب بیکار لگتا تھا۔

نہیں دیکھنے والا جب کوئی
کھل جاؤ تو کیا گہناؤ تو کیا

گریبی سمجھتی تھیں کہ اسے کون سا غم کھائے جا رہا ہے وہ کس لیے بولائی بولائی پھرتی ہے۔ دروازے پر ہونے والی ہر دستک اور فون کی ہر بیل اسے کیوں چونکا دیتی ہے' مگر وہ کیا کر سکتی تھیں۔ شاذان کی "مجبوری" انہیں کچھ بھی کہنے سے روک دیتی۔

پورا مہینہ اسی طرح گزر گیا تھا۔ شاذان نے گریبی کو دو تین بار بعد میں بھی کانٹیکٹ کیا مگر ایما سے بات نہیں کی۔

گریبی اسے واپسی کا کہتیں تو وہ ڈھیروں مسئلے سنا کر انہیں خاموش کر دیتا۔ ایما سے نہ اس نے فون پر بات کی نہ اسے اس کا فون نمبر معلوم تھا' تاہم گریبی کو وہ مطمئن جھوٹ بول کر مطمئن کر دیتی۔

اور شاید یہی وجہ تھی شاذان بھی مطمئن تھا۔ اسے اندازہ تھا کہ گریبی کا کتنا خیال رکھتی ہے۔ یوں بھی ہر فون کال پر گریبی اس کے گن گا رہی ہوتی تھیں۔

سر طاق جاں نہ چراغ ہے بس بام و شب نہ سحر کوئی
عجب ایک عرصہ درد ہے نہ گماں ہے نہ ہے خبر کوئی
نہیں اب تو کوئی ملال بھی کسی واپسی کا خیال بھی
غم ہے کسی نے مٹا دیا میرے دل میں تھا بھی اگر کوئی
تیرے بے رخی کے دریا میں گھنی تیرگی کے حصار میں
جلے کس طرح سے چراغ جاں کرے کس طرح سے سفر کوئی
کٹتے وقت چاہے عذاب میں کسی خواب میں یا سراب میں
جو نظر سے دور نکل گیا' اسے یاد کرتا ہے ہر کوئی

وقت کچھ اور آگے گزرا۔ دو ہفتے اور بیت گئے تھے۔ اس ڈیڑھ ماہ میں وہ "حیات ولا" میں جیسے رچ بس گئی تھی۔ یعنی اس دوران کافی مرتبہ گھر آئی تھی۔

باوجود بے حد دوستی کے اس نے شاذان اور اس کے رویے کی بابت اسے کچھ نہیں بتایا تھا۔

کیسے کہہ دوں کہ مجھے چھوڑ دیا اس نے
بات تو سچ ہے مگر بات ہے رسوائی کی

اور اسے یہ رسوائی منظور نہ تھی کہ بہرحال اب اس کی توقیر و عزت اس کے شوہر کے نام سے ہی تھی۔ گو کہ وہ جانتی تھی کہ ساجن وہی ہے جو پیا من بھائے' مگر پھر بھی ایک چھت کا آسرا تو تھا۔ ان ہی دنوں وہ اپنے انٹر کے رزلٹ آؤٹ ہو جانے پر سنجیدگی سے پرائیویٹ بی۔ اے کرنے کا سوچ رہی تھی۔ شاذان کی آمد سے تقریباً" مایوس ہو چکی تھی۔

ایک رات اچانک وہ چلا آیا تھا۔

آج ایما کا برتھ ڈے تھا۔ یعنی کا صبح ہی فون آیا تھا۔ وہ ٹریٹ کا مطالبہ کر رہی تھی۔ ساتھ ہی شاذان کی طرف سے ملنے والے گفٹ کے دیدار پر اصرار تھا۔

اب وہ کیا بتاتی کہ ان کے درمیان گفٹ لینے اور دینے والی ریلیشن شپ ڈویلپ ہی نہیں ہوئی۔ اسی رات گریبی کو دودھ اوٹین دے کر وہ اپنے کمرے میں آئی تو نجانے کیوں شادی کا البم نکال کر دیکھنے کو دل چاہنے لگا تھا اور پھر اسے پتا بھی نہیں چلا کہ کب اس نے اپنے گرد ڈھیروں تصویروں کا انبار لگا لیا تھا۔

آنسو بنا بہائے ہی اس کے گالوں پر پھسلنے لگے تھے اور ان ہی اشکوں کی دیوالی کرتے کرتے نجانے کب اس کی آنکھ لگ گئی۔

جس لمحے شاذان ماسٹر کی سے بیڈ روم کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا' رات کے ساڑھے چار بج رہے تھے۔ سامنے جہازی سائز بیڈ پر تصویریں اپنے گرد بکھرائے وہ سفید شلوار قمیص میں سوئی ہوئی کوئی معصوم سی بچی لگ رہی تھی جس کے گالوں پر آنسوؤں کے نشان کھلونا گم جانے کی علامت ہوا کرتے ہیں۔

شاذان کچھ ٹھٹک سا گیا۔ شادی والے دن کی وہ فریم تصویر جس میں احتشام نے زبردستی شاذان کو بٹھا کر ان دونوں کی یادگار تصویر بنوائی تھی' اس کے بازو پر دھری تھی۔ اے۔ سی کی خنکی نے اس کے آنسوؤں کو منجمد سا کر دیا تھا۔

شاذان بریف کیس رکھ کر بے ساختہ بیڈ کی طرف

بڑھا تھا۔ جھک کر اسے دیکھا۔ نیند کی بے خبری میں اس کے چہرے پر اندر والی خوبصورتی ابھر آئی تھی۔ سادگی اور بے ریا خلوص۔

بے ساختہ اس کے لب بھنچ گئے تھے۔ تصویریں بہت کچھ کہہ رہی تھیں۔

ایک لڑکی اور اس کے جذبوں کا بڑی بے دردی سے استحصال ہو رہا تھا۔ وہ جانتا تھا' واقف تھا اپنے قصور سے اس لیے خود سے لڑنے لگا۔

ایسے میں نظر اس کی طرف اٹھی تو جیسے مسحور سا رہ گیا۔ کوئی فسوں تھا اس کی شخصیت میں۔ ریشمی بالوں کا طویل آبشار بیڈ سے نیچے گر رہا تھا۔

اس نے جھک کر اس کے بال ٹھیک کیے۔ بالوں کی نرماہٹیں اس کی پوروں میں اتر گئی تھیں۔ کسی احساس میں گھر کر وہ بے ساختہ جھٹکے سے مڑا تھا اور تیز تیز قدموں سمیت دروازے سے نکلتے ہوئے وہ اپنا بریف کیس نہیں بھولا تھا۔

صبح بے حد خوشگوار تھی۔ وہ اٹھی تو رات کی "برسات" نے چہرے کو پھول کی طرح کھلایا ہوا تھا۔ آنکھیں گلابی ہو رہی تھیں۔ پپوٹے سوج سے گئے تھے۔ وہ شاور لے کر فریش ہو گئی تھی' مگر آنکھوں کا گلابی پن ہنوز برقرار تھا۔ آئی ڈراپ ڈالنے کا ارادہ کرکے جس نے وہ سر پر تولیہ لپیٹے سبز لان کے سوٹ میں باہر نکلی' بیڈ پر بیٹھے شاذان کو دیکھ کر جیسے ٹھٹک ہی گئی۔

ادھر بھی کچھ ایسی ہی کیفیت تھی۔ اس نے نظر اٹھا کر دیکھا اور یونہی مسکرا دیا تھا۔

"آپ۔" آہستگی سے دو قدم آگے آئی تھی۔ خود کلامی کے سے انداز میں بولی جیسے سامنے کا منظر محض نظر کا دھوکہ' کوئی واہمہ ہو۔

"کیسی ہو؟" شاذان کی بھاری آواز گونجی تو وہ لڑکھڑا گئی۔ سماعتوں نے بصارتوں کو یقین بخشا تھا۔

"آ۔۔۔ آپ۔۔۔ کب آئے؟" اب کے بڑی بے ساختگی سے وہ لپک کر اس کے نزدیک آگئی تھی۔

شاذان نے اس کی متحیر آنکھوں میں دیکھا جہاں رات کی کارگزاری واضح نظر آ رہی تھی۔ "بس ابھی ابھی۔۔۔ جب تم نے مجھے یاد کیا تھا۔"

نجانے کیسے اس کے منہ سے جملہ نکل گیا تھا اور وہ جو اسے اتنے دن بعد سامنے پا کر حواس کھو رہی تھی' اسی بے ساختگی سے بولی۔

"ایسی بات نہیں ہے' میں تو آپ کو ہر وقت یاد کرتی تھی بلکہ۔۔۔"

جواباً شاذان کی مونچھوں تلے بھینچے ہوئے لبوں پر مسکراہٹ پھیلی تو وہ خود فراموشی سے جیسے جاگ اٹھی۔ نظر فوراً جھک گئی تھی۔

"میں آپ کے لیے چائے لاتی ہوں۔" سنجیدگی سے کہہ کر فرار ہونے کی کوشش کی تھی' مگر یکدم اس کی کلائی شاذان کی گرفت میں آگئی تھی۔ وہ جھٹکے سے رکی تو مڑ کر حیرانی سے دیکھنے لگی۔

"مجھے فی الحال چائے کی ضرورت نہیں ہے۔ تم یہاں بیٹھو' تم سے بات کرنی ہے۔"

لہجے میں نرماہٹیں جھلک آئی تھیں۔ وہ سر تا پیر جیسے کسی ان دیکھی آگ میں جھلسنے لگی تھی۔ شاکی نظروں سے اسے دیکھا۔

پھر وہی دھوکہ دینے والا جال بچھا کر شکار کو پھنستے دیکھنے والا انداز تھا۔

اسے لگا شاذان کی گرفت اس کی کلائی سمیت سارے وجود کو جھلسا رہی ہے۔ جب یہاں تھا تو اسے کسی چیز کی طرح برتا تھا اس نے۔ چلا گیا تو پلٹ کر حال تک نہ پوچھا اب پھر آیا تھا۔

محسوس ہو جانے والے انداز میں اس نے ہاتھ کھینچا تو شاذان کی گرفت سخت ہو گئی۔ ناگوار سی کاٹ دار نظر اس پر ڈالی جس نے اسے سہما دیا۔

فطری طور پر وہ بزدل تھی۔ اس نے بیٹھنے کا اشارہ کیا تو اس کے پہلو میں بیٹھ گئی۔ شاذان نے اس کے سر سے تولیہ نرمی سے اتار دیا تھا۔ وہ کچھ بولی نہیں اور جب وہ اس کی طرف متوجہ ہوا تو بے ساختہ کہہ اٹھی۔

"گرینی بالکل ٹھیک ہیں۔ میں نے آپ کی ہدایت پر مکمل عمل کیا تھا۔ ان کے بی۔ پی کا ریکارڈ اس فائل میں لکھ رکھا ہے لاکر دکھاؤں؟"

بنا کے اس کے سوال کا جواب دیے کر وہ بچوں کی سی سادگی سے استفسار کر رہی تھی۔ شاذان نے بلا ارادہ استحقاق سے اسے سمیٹ لیا اور وہ بوکھلائی مزاحمت کی قوت بھی منتشر ہو گئی۔ اس لمحے شاذان کو اپنے فیصلے کی شکست کا احساس بری طرح ہوا تھا۔ وہ واقعی ایسی تھی کہ اسے لاکھ نظرانداز کرنے کا عزم لے کر وہ آیا تھا' مگر پہلے

ہی مرحلے میں ہار گیا تھا۔
کرینی کے لیے اس کی آمد کسی ہفت اقلیم کی دولت سے کم نہ تھی۔ ان سے ملنے وہ ان کے کمرے میں گیا تو انہوں نے اسے لپٹا لیا تھا جبکہ وہ اس تمام عرصے خود پر ضبط کرتی ہونٹ کاٹتی رہی تھی۔ شادی کے اولین دنوں میں سمجھوتے اور بے اختیاری کا جو سبق اس نے خود کو پڑھایا تھا۔ وہ اس کی انا کو بھول چکا تھا۔ دوبارہ یاد کرنے میں وقت ہو رہی تھی۔

وہ کم سن کم عمر سہی، مگر احساس و ادراک تو رکھتی تھی۔ شازان کے لیے وہ کیا تھی محض ایک وقتی بہلاوہ۔ پاکستان میں وقت گزارنے کے لیے یہاں وہ تھی اور وہاں لندن میں کرسٹینا۔ اس کا دل جل رہا تھا، مگر رشتے کی نزاکت اسے زبان بندی پر مجبور کر رہی تھی۔ اور جب کچھ دیر بعد انا کا غبار بیٹھا تو سامنے مجبوری اور بے بسی کا صحرا دور تک پھیلا نظر آیا۔

"اب تو زندگی یونہی گزرنی ہے ایما شازان علی۔"

وہ خود سے مخاطب تھی۔ شازان نے اس کے تیوروں سے بہت کچھ بھانپ لیا تھا۔ وہ اپنی بے اختیاری پر کچھ نادم نادم سا تمام وقت کرینی کے پاس بیٹھا رہا اور وہ میکانکی انداز اختیار کیے کچن میں اس کی فیورٹ ڈشز بناتی رہی۔

رات کے لیے احتشام نے فون پر ان تینوں کو انوائیٹ کر لیا تھا۔ اس نے بہ مشکل کرینی کو تیار کیا جو کباب میں ہڈی بننے کے لیے آمادہ نہیں تھیں، مگر اس کی محبت کے آگے ہار گئیں۔

شازان نے اس کا گریز محسوس کر لیا تھا، مگر زیادہ دیر اسے ذہن پر سوار نہ کر سکا کہ ذہن اپنی ہی الجھنوں میں گرفتار تھا۔

احتشام کی طرف جاتے ہوئے ایما نے بھی خاموشی کو محسوس کیا تھا۔ جبھی قصداً" کچھ ایسا موضوع چھیڑا کہ کرینی سے بولنا ہی پڑا۔ وہ مطمئن سی ہو کر پھر تمام وقت کار سے باہر دیکھتی رہی۔

ثنا بھابھی نے ساتھ آتے دیکھا تو خوب چھیڑا۔

"ماشاء اللہ! ایما تو کھل اٹھی ہے شازان کی آمد سے۔"

شازان کے سامنے انہوں نے برملا کہا تھا۔ وہ بری طرح جھینپ گئی۔ شازان نے اسے دیکھا تو اس نے نظر چرالی تھی۔ کچھ دیر وہ سب ساتھ بیٹھے رہے۔ پھر وہ ثنا بھابھی کے پاس کچن میں چلی آئی۔ احتشام اور شازان غالباً" آپس میں کچھ کہنے کے لیے موقع کی تلاش میں تھے۔

اس نے محسوس کیا تو کرینی کو بہانے سے اٹھا لائی۔ شازان نے اسے ممنونیت سے دیکھا تھا۔ "کیسے یہ میرے دل کا حال جان لیتی اور ایک وہ ہے جسے میں نے چاہا، مگر اسے میرے خوابوں اور میرے احساسات کی ذرہ برابر پرواہ نہیں، نجانے کیوں؟"

"ہیلو کہاں کھو گئے؟ سب خیریت تو ہے۔ جب سے آئے ہو الجھے الجھے لگ رہے ہو؟" احتشام نے اسے جو ٹوکا تو وہ اس کی طرف متوجہ ہوا۔ احتشام کی گود میں اس کا ایک سالہ بیٹا کھیل رہا تھا۔

شازان نے انگلیوں سے اس کے بال بگاڑتے ہوئے اسے گدگدایا تو وہ کھلکھلا دیا۔

"تمہارا بچہ مجھے بہت پیارا لگتا ہے شانی۔ اسے مجھے دے دو۔" اس کے سوال کو وہ نظرانداز کر گیا تھا۔ احتشام مسکرایا۔

"تمہارا ہی ہے البتہ لے جانے کی بات مت کرو۔ ثنا کی جان بند ہے اس میں۔ وہ اسے دینے والی نہیں۔"

"کیوں؟" شازان نے ابرو اچکا کر قدرے اچنبھے سے پوچھا تھا۔

"دماغ درست ہے برخوردار۔ وہ ماں ہے اس کی۔"

احتشام نے اس کی غائب دماغی کو محسوس کر کے اسے ایک کرارا سا ہاتھ رسید کیا تو وہ خود کو نارمل کرنے کی کوشش کرتے ہوئے مسکرا دیا۔

"وہ تو ہے یار۔ میں تو بس یونہی کہہ رہا تھا۔ بھابھی واقعی بہت لونگ مدر ہیں۔"

"ان فیکٹ ساری مائیں اپنے بچوں کے معاملے میں بڑی حساس ہوتی ہیں۔" احتشام نے بیٹے کو محبت پاش پدرانہ شفقت بھری نظروں سے دیکھا۔

"ساری نہیں محض چند ایک!"

احتشام کی بات پر اس نے کچھ ایسے زہر خند لہجے میں کہا کہ وہ چونک سا گیا۔

"کیا بات ہے شازان۔ مجھے تم بہت ڈسٹرب لگ رہے ہو۔ سب خیریت تو ہے نا۔ کرسٹینا کیسی ہے؟ کیا

اس سے جھگڑا ہوا ہے؟"

احتشام تو جیسے اسی میں اترا ہوا تھا۔ وہ نظر چرا کر سگریٹ سلگانے لگا' مگر جب ادھر سے اصرار بڑھا تو ہتھیار ڈالنے ہی پڑے۔

"بس یار! میں اب لائف انجوائے کرنا چاہتا ہوں' فیملی بنانا چاہتا ہوں' مگر کرسٹینا اس معاملے میں کوآپریٹ کرنے کو تیار نہیں۔ ہماری شادی کو پانچ سال ہوگئے ہیں اور وہ ہے کہ فیملی بڑھانا نہیں چاہتی۔ تم کہتے ہو کہ مائیں سینسیٹو ہوتی ہیں جبکہ اسے خدا نے دوبار یہ نعمت عطا کرنی چاہی اور اس نے ٹھکرا دی۔" بے حد مضطرب انداز میں وہ بتاتا چلا گیا۔

احتشام کے ماتھے کی رگیں تن گئیں۔ "آئی سی۔ کب ہوا یہ سب۔ تم نے منع نہیں کیا۔"

"مجھے معلوم ہی نہ ہوا پہلے۔ میں یہاں آیا ہوا تھا جبکہ اب اس نے اسی ویک میرے منع کرنے کے باوجود۔۔۔ اوہ احتشام۔" کہتے کہتے اس نے انگلیاں بالوں میں پھنسالی تھیں۔

"شی ریئلی ہرٹ می۔ آئی ایم جسٹ کیرڈ اوے یار۔ اس کی آنکھیں شدت ضبط سے سرخ انگارہ ہوگئی تھیں۔

احتشام نے اس کا شانہ تھپتھپایا۔ "ٹیک اٹ ایزی یار۔ آئی انڈر اسٹینڈ یور فیلنگز۔ میں نے پہلے بھی کہا تھا اور اب بھی کہتا ہوں۔ تمہیں یقیناً برا لگے گا مگر کرسٹینا نے سوائے تمہیں ٹینشنز کے کچھ نہیں دیا آج تک۔"

اس کی بات پر شاذان نے اضطراری انداز میں ہونٹ بھینچے تو وہ چپ سا ہوگیا۔ پھر بولا "اینی وے یار۔ تمہیں کیا مسئلہ ہے تمہاری تو دو بیویاں ہیں۔"

لہجے میں مخصوص شرارت تھی۔ شاذان سنجیدگی سے اسے دیکھنے لگا تو وہ بھی سیریس ہوگیا۔ "آئی ایم سیریس یار۔ ایما بہت اچھی لڑکی ہے وہ ایک اچھی ماں بھی ثابت ہوگی۔ تمہاری نسل کی بہترین تربیت کر سکتی ہے وہ۔۔۔"

"کم ان احتشام۔ شی از ٹوینگ۔" (وہ بہت چھوٹی ہے) وہ اس کی بات کاٹ کر کہہ اٹھا تھا۔ لہجے میں متفق نہ ہونے کا واضح عندیہ تھا۔

"یوں بھی اس کے آگے ابھی پوری لائف پڑی ہے۔ میں اسے ایسے کسی جھمیلے میں پھنسانا نہیں چاہتا۔ معلوم نہیں آگے جا کر میرا اور اس کا ری لیشن قائم بھی رہتا ہے کہ نہیں۔ تمہیں تو معلوم ہے نا کہ میں اس کی زندگی اسپوائل نہیں کرنا چاہتا۔"

بنا سوچے سمجھے وہ بولے چلا گیا۔ احتشام حیرت اور تاسف سے اسے دیکھ رہا تھا کہ اچانک وہ چونکا۔ کسی کی گہری نظر کی تپش نے اسے چونکا دیا تھا۔

برق کی تیزی سے اس نے گردن موڑ کر دیکھا۔ ایما دروازے کے اندر داخل ہو رہی تھی۔ وہ گھبرا سا گیا۔ جانے اس نے کچھ سنا بھی تھا کہ نہیں' تاہم اس کے چہرے پر اس کے چہرے پر مکمل سکوت اور نارمل سے تاثرات تھے۔

"احتشام بھائی نتا بھابھی آپ کو بلا رہی ہیں۔ کھانا لگ گیا ہے۔" وہ یہی پیغام لیے وہاں آئی تھی۔ شاذان سمیت احتشام نے سکون کا سانس لیا۔

"تم سے اس موضوع پر پھر بات ہوگی' فی الحال اٹھو کھانا لگ گیا ہے۔" اسے بری طرح گھورتے ہوئے اس نے باقاعدہ غصے میں کہا تھا۔ شاذان محض سر پر ہاتھ پھیر کر رہ گیا۔

پھر تمام وقت نتا اور احتشام کے ہنسی مذاق کا ساتھ دیتے ہوئے وہ مستقل ایما کے چہرے کو پڑھنے کی کوشش کرتا رہا' مگر وہاں ایک ہی تحریر لکھی نظر آ رہی تھی۔ نتا بھابھی کے شوخ جملوں پر حیا کی تحریر۔۔۔ اور فطری بھولپن۔

☆ ☆ ☆

یہی نہیں کہ میرا دل ہی میرے بس میں نہ تھا
وہ جب ملا تو میں اپنی ہی دسترس میں نہ تھا

راکنگ چیئر پر آنکھیں موندے لیٹے اس کی سوچوں کی پرواز کرسٹینا اور ایما کے درمیان ہو رہی تھی۔ جس میں ایما کی چوڑیوں کی کھنک بار بار رخنہ ڈال دیتی تھی۔

اس لمحے وہ شاید بیڈ کور ٹھیک کر رہی تھی۔ مستقل اس کی کھن کھن کے باعث اس نے ذرا سی پلکیں اٹھا کر دیکھا۔ روئین کے سادہ سے حلیے میں بالوں کا ڈھیلا سا جوڑا بنائے وہ کمرہ ٹھیک کر رہی تھی۔

نہ جانے کیوں اسے کرسٹینا کا خیال آ گیا جسے گھرداری سے دوسری انگریز عورتوں کی حد تک بھی دلچسپی نہ جبکہ وہ ترتیب اور توازن کا خوگر تھا۔ کرسٹینا

سے اکثر اس کا جھگڑا بھی ہوتا تھا اور ہمیشہ وہی سرینڈر کرتا کہ لاشعوری طور پر اسے کرسٹینا کے گھر چھوڑ جانے کا خوف تھا۔

مگر یہاں جب وہ آتا تو گریبی اس کا اسی طرح خیال رکھتیں اور ملازموں سے رکھواتیں جیسا کہ پاکستانی معاشرے میں مردوں کی روایتی خدمت کی جاتی ہے۔

اس نے گہری نظر اس پر ڈالتے ہوئے سوچا کہ اگر اس نے گریبی کی پسند کردہ کسی ہائی کلاس فیملی کی لڑکی سے شادی کی ہوتی تو واقعی اسے اتنی سہولت اور آسانی ہرگز حاصل نہ ہوتی۔

ایما جیسی کم عمر اور سادہ لوح لڑکی ملنا کم از کم ... کے حلقہ احباب میں تو ناممکن تھا۔ رشتوں کو خلوص سے نبھانے اور بنا غرض کے اپنا فرض نبھاتے جانے کا خوف شاذان نے صرف اسی میں دیکھا تھا۔ احتشام کا فیصلہ کتنا صحیح تھا۔

مگر اس لڑکی کو دیکھ کر اس کے اندر احساس جرم جاگنے لگتا' اسے خود سے شرم آنے لگتی۔ "ایسی حساس اور جذبوں سے بھرپور لڑکی یوں ضائع کرنے کے لیے تو نہیں بنی تھی۔" اس کا ذہن اسے کچوکے لگاتا۔ دل الگ دہائیاں دیتا جس میں کرسٹینا کا عکس بسا تھا۔ جب تک وہ انگلینڈ میں رہا' اسے اس "احساس جرم" سے نجات ملی رہی' مگر یہاں آکر پھر سے ضمیر جاگنے لگا تھا۔

شاذان کی نظروں کا ارتکاز بالآخر اسے متوجہ کر ہی گیا۔ بے ساختہ نظر اٹھا کر اسے دیکھا۔ "آپ چائے پئیں گے؟"

یہ اس کا مخصوص جملہ تھا۔ سخت نروس ہوتے ہوئے وہ اسی طرح اس کی توجہ خود سے ہٹانے کی کوشش کرتی تھی۔ شاذان کے ہونٹوں کی تراش میں مدھم سے مسکراہٹ آرکی۔

"ہوں' لے آؤ۔" ہنوز اسی پوزیشن میں بیٹھے بیٹھے اس نے جواب دیا تھا۔ ایما نے فرار ہونے میں قطعاً تاخیر نہیں کی۔ یوں بھی اس کے ہاتھ کی چائے شاذان کو پسند تھی۔

کچھ دیر بعد وہ کمرے کی طرف ہاتھ میں کپ تھامے آئی تو اندر سے آنے والی آواز پر قدم رک گئے۔ وہ کسی سے فون پر انتہائی سخت لہجے میں انگریزی میں مخاطب تھا۔ اس کا وجود سست پڑ گیا۔ دوسری طرف کون ہو سکتا تھا' سمجھنے کی ضرورت نہیں رہی تھی' مگر وہ حیران ضرور ہوئی کہ کرسٹینا سے اس لہجے میں بات کی جا رہی ہے جسے اکثر اس کی موجودگی میں بھی ہنی اور ڈارلنگ کہہ کر مخاطب کیا جاتا تھا۔ ایسے میں وہ خود کمرہ چھوڑ آتی کہ اس پتھر کے انسان کو احساس نہیں تھا اس کے جذبات کا۔

لیکن اس وقت ہونے والی اس گفتگو نے اسے ششدر کر دیا تھا۔ کرسٹینا غالباً" اس کے واپس آنے کا مطالبہ کر رہی تھی اور وہ اپنی ناراضگی کا۔

"اب میں اسی وقت واپس آؤں گا کرسٹینا جب تم مجھ سے اپنی غلطی کی معافی مانگ لو گی اور دوبارہ ایسا نہ کرنے کا وعدہ کرو گی' یہی میرا فیصلہ ہے۔ مجھے اپنی فیملی مکمل چاہیے۔" انتہائی تلخ لہجے میں کہہ کر اس نے ریسیور پٹخ دیا تھا۔ ایما کے ہاتھ میں کپ لرز گیا۔ چند منٹ بعد وہ بڑی ہمت کر کے اندر داخل ہوئی تھی۔ دونوں ہاتھوں میں سر تھامے بیٹھے شاذان کو دیکھ کر اس کے دل پر چوٹ سی لگی تھی۔

"چائے۔" نرم لہجے میں کہہ کر اس نے کپ بڑھا دیا تھا۔ شاذان کچھ چونکا' نظر اٹھا کر اسے دیکھا۔ وہ دہل سی گئی۔ آنکھوں میں شدت ضبط سے سرخ ڈورے تیر رہے تھے اور چہرے پر خشونت تھی۔ "آپ چائے پی لیجیے میں چلی جاتی ہوں۔"

وہ قدم پیچھے ہٹتے ہوئے وہ سراسیمہ لگ رہی تھی اور اس کا یہی انداز اسے اسیر کر لیتا تھا۔ اس وقت بھی دل بے ساختہ اس کی موجودگی کا طلب گار ہو گیا۔

"کپ یہاں رکھ دو اور میرا سر دباؤ' سخت درد ہو رہا ہے۔" نظر چراتے ہوئے اس نے لہجے کو لاپروا اور بیزار سا بنا لیا تھا۔ اس نے تعمیل میں دیر نہ کی۔ کپ سائیڈ ٹیبل پر رکھتے ہوئے وہ مڑی تھی پھر کچھ جھجک گئی۔

"آپ ٹیبلٹ لے لیں۔"

انگلیاں چٹخاتے ہوئے اس نے بہ مشکل کہا تھا۔ اس کے غصے سے سخت خوف آتا تھا اسے۔ شاذان نے انتہائی ناگواری سے نظر اٹھا کر اسے دیکھا۔

"میرا وجود اتنا برا لگنے لگا ہے کہ سر تک دبانے کی روادار نہیں ہو۔" تلخ لہجے اور تیز نگاہوں نے اس کی گویائی جیسے ضبط کر لی تھی۔ کانپتی ہوئی موی انگلیاں جھٹ سے اس کی پیشانی پر رکھ دی تھیں اس نے۔ ایک ٹھنڈک سی اس کی رگوں میں اتری تھی۔

شاذان نے بہ مشکل اپنی مسکراہٹ ضبط کی جو اس وقت اس کی ہراساں صورت دیکھ کر بکھر جانے کو مچل گئی تھی۔ اور پھر یہ شاید اس کی ذہنی تھکان کا نتیجہ تھا یا ایما کی مسیحائی لمس کا اثر کہ دس منٹ بعد وہ سو گیا تھا۔

اسے یوں پرسکون نیند لیتا دیکھ کر اس کا دل یونہی خوش ہو گیا کہ ذرا دیر پہلے اسے پریشان دیکھ کر جو چوٹ اس کے دل کو لگی تھی اس پر جیسے مرہم رکھ دیا تھا کسی نے۔

☆ ☆ ☆

یہ بھی نہیں کہ ساتھ ہے میرے وہ ہم نفس
یہ بھی غلط کہ مجھ سے جدا ہو گیا وہ شخص

لندن سے آنے والی کالز کا تانتا بندھ گیا تو بالآخر اس نے رخت سفر باندھ ہی لیا۔ ایما کو کہ واقف تھی کہ اس نے ہمیشہ ساتھ نہیں رہنا' مگر ایک بار پھر اندر تک زخمی ہو گئی۔ اسے نہیں معلوم کہ کرسٹینا نے اس سے معافی مانگی تھی یا نہیں' تاہم یہاں سے جاتے ہوئے شاذان کافی سنجیدہ تھا۔ وہ اسے گریبی کی ہدایت پر سی آف کرنے ایئرپورٹ پر آئی تھی۔

"اللہ حافظ۔ اپنا خیال رکھئے گا۔" نہ چاہتے ہوئے بھی آنسو اس کے لہجے میں گھل گئے تھے۔ شاذان متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔

"تم بھی اپنا خیال رکھنا کہ تمہاری بے حد ضرورت ہے---گریبی کو---"

وہ نہ جانے کس خیال میں کہہ اٹھا تھا۔ اس نے چونک کر نظر اٹھائی تو اس نے "گریبی کو" کہہ کر جیسے اپنی بات کی تشریح کر ڈالی۔

بڑا شدید دھچکا لگا تھا۔

وہ ایڑیوں کے بل مڑی تھی اور پھر پلٹ کر دیکھے بغیر تیز قدموں سے چلتی ساکت سے کھڑے شاذان کو متاسف کرتی نظروں سے اوجھل ہو گئی تھی۔

"مجھے ایسا نہیں کہنا چاہئے تھا۔ نہ جانے کیوں میں اسے ہمیشہ ہی جتاتا ہوں کہ وہ میرے لیے کچھ نہیں۔" دل کے احتجاج پر اس نے سوچا تھا۔

"لیکن نہیں' یہی رویہ ٹھیک ہے۔ آج نہیں تو کل ہمیں الگ ہونا ہے۔ ایسے میں اچھا ہے کہ وہ پہلے ہی سے Mentaly prepare رہے۔" ذہن نے سنجیدگی سے دانائی سے پر تجزیہ پیش کیا تو وہ گہری سانس بھر کر امیگریشن کی طرف بڑھ گیا۔

زندگی اپنا رخ بدل چکی تھی۔ اب دور آسمان یا رنگ زمانہ اثر کرنے والا نہیں تھا کہ اب ہر بات اختیار سے نکل کر جذبے کے رخ پر بہنے لگی تھی۔

☆ ☆ ☆

گریبی کو بہت دکھ ہوا تھا اس کے جانے کا' خصوصاً" ایما کو ساتھ نہ لے جانے کا مگر ایما نے انہیں یہ کہہ کر تسلی دے دی کہ وہ دونوں گریبی کے ساتھ ورلڈ ٹور پر جائیں گے وہ بس جلدی سے ٹھیک ہو جائیں۔ پتا نہیں گریبی اس کے بہلاوے میں آئی تھیں یا نہیں' تاہم خاموش ہوتے ہوئے انہوں نے اسے سینے سے بھینچ لیا تھا جس نے شاذان سے بڑھ کر ان کی خدمت کی تھی اور کر رہی تھی۔

گریبی سے اس نے یہ جانتے ہوئے بھی کہ وہ انکار نہیں کریں گی' پرائیویٹ بی۔اے کرنے کی اجازت مانگی تو وہ اس کی سعادت مندی پر نہال ہو گئیں۔

"ضرور بیٹا۔ میں چاہتی ہوں کہ میری بیٹی زندگی کے ہر معاملے میں سبقت لے جانے والی ہو۔ تم چاہو تو میں کالج میں یا یونیورسٹی میں آنرز کے لیے تمہارا ایڈمیشن کرا دیتی ہوں۔" وہ محبت سے بولیں تو اس کی آنکھوں میں نمی پھیلنے لگی۔

"نہیں گریبی' میں گھر پر رہتی ہوں تو آپ کا ساتھ مجھے بہت اچھا لگتا ہے۔ باہر کی دنیا تو بس واہمہ ہے۔ خوف آتا ہے مجھے پہلے بھی مجبوری نہ ہوتی تو میں جاب نہ کرتی۔" اس نے ان کا ہاتھ تھام لیا تھا۔ خائف لہجے میں بولی۔

وہ بردباری سے مسکرا دیں۔ "جو ہوا اچھا ہی ہوا بیٹا' اگر تم جاب نہ کرتیں تو شاید مجھے تم جیسی پیاری بہو بھی نہ ملتی۔" اس کے لہجے سے چھلکتا اپنے ماضی میں سہی جانے والی تکالیف کا رنگ محسوس کر کے گریبی نے اس کا محض دل نہیں رکھا تھا' بلکہ وہ حقیقتاً دل سے کہہ رہی تھیں۔

جواباً" وہ اس درجے تو صیفی لہجے کو سن کر جھینپ گئی تھی۔

اور انہی دنوں جب وہ ایڈمیشن سے فارغ ہو کر

کتابوں کے ساتھ وقت گزارنے لگی تھی تو ڈاکٹر عطیہ رحمان کی رپورٹ نے اسے زندگی کی سب سے بڑی خوشخبری دی تھی۔ کتنی ہی دیر وہ حیران اور خوشی سے انہیں دیکھتی رہ گئی تھی۔ "کم ان مسز شاذان۔ اٹس رئیلی ٹرو۔ (یہ واقعی سچ ہے)

رپورٹ اس کے سامنے رکھی تو فرط مسرت سے اس کی آنکھیں نم ہوگئیں۔ (آئی وانٹ مائی فیملی کمپلیٹ) کوئی اس کے اندر گرجا تھا۔

"تھینک یو ڈاکٹر۔ آپ کو اندازہ نہیں کہ میں آج کتنی خوش ہوں۔" وہ بے اختیار سی ہوگئی تھی۔ خوشی سے کہتی چلی گئی۔ ڈاکٹر عطیہ مسکرا رہی تھیں' اور پھر وہی ہوا گریبی کی خوشی کا عالم ہی جدا تھا۔ اس پر مسرت گھڑی کا انہوں نے سالوں انتظار کیا تھا۔ حیات ولا کی رونق دیکھنے والی تھی۔

گریبی نے اسے جیسے بستر پر بٹھا دیا تھا۔ اس کی خدمت کا صلہ تھا یا ان کی محبت کہ گریبی اب اپنے کمرے سے اٹھ کر باہر آگئی تھیں۔ وہ جن کا سارا وقت کمرے میں گزرتا تھا اس کے ساتھ ساتھ رہنے لگی تھیں۔ شاذان کو بھی انہوں نے فوراً ہی فون کیا تھا' مگر پتا چلا کہ وہ لندن سے باہر گیا ہوا تھا' اور پھر پورے ایک ماہ تک وہ اس کو ٹیلی فون کرتیں اور وہ نہ ملتا۔

ایما کی زندگی کا یہ پہلا موقع تھا جب اس نے خود کو مکمل محسوس کیا تھا۔ ممتا کا فطری جذبہ اس کی زندگی کا اساس بن گیا تھا۔ شاذان کا خیال ایسے میں ہر لمحے اس کے ساتھ تھا۔

جانے وہ کہاں تھا؟ اسے یہ خوشخبری سنا کر وہ چاہتی تھی کہ دنیا سب سے بڑی خوشی دے دے۔ معلوم نہیں کیوں محبت کرنے والے اپنے محبوب کے ہر جائی پن اور جفا جو رویے کی بابت بھول کر اس پر اپنی جان نچھاور کرنے کو تیار ہو جاتے ہیں۔ وہ بھی خوش تھی جبکہ ڈاکٹروں نے اسے بہت احتیاط بتائی تھی۔ گریبی ہر دس منٹ بعد فون سیٹ کے قریب بیٹھی نظر آتی تھیں۔

شاذان نے محض ایک ہی نمبر دے رکھا تھا لندن کا جس پر ریکارڈنگ لگی تھی کوئی ریسیو کرتا تو میسج چھوڑ دیا جاتا' لہٰذا انتظار کی صلیب ان کے کندھوں پر رکھ دی گئی تھی۔

"حیرت ہے ایما اس نے اتنے دن تم سے بھی کانٹیکٹ نہیں کیا۔ کیا وہ تمہیں فون نہیں کرتا تھا؟"

گریبی سوال کرتیں تو وہ پریشان ہو جاتی۔ الٹے سیدھے بہانے کرکے انہیں مطمئن کرنے کی کوشش کرتی جس میں کبھی کامیابی ہو بھی جاتی اور کبھی گریبی اسے گہری نظروں سے دیکھنے لگتیں۔

"بیٹا تم خوش تو ہو؟" بچوں کے چھوٹے چھوٹے کپڑے اپنے ہاتھ سے اسے سیتا دیکھ کر وہ پوچھتیں۔ لہجے میں خدشے اور اندیشے کلبلا رہے ہوتے اور چونکہ وہ محسوس کر چکی تھی اس لیے اطمینان سے کہتی:

"میں آج جتنی خوش ہوں گریبی پوری زندگی میں کبھی نہ تھی۔"

اس کے انداز و آراء سے اطمینان و خوشی جھلکتی تھی' مگر گریبی کسی گہری سوچ میں ڈوب جاتی تھیں۔ ایسے میں اسے دھڑکے لگ جاتے۔ دعا کرتی کہ جلد از جلد شاذان کا فون آجائے اور ایسے ہی دنوں میں اچانک ایک روز اس کا فون آگیا۔ اس نے بھی اتفاقاً لاؤنج سے ایکس ٹین شن اٹھا لیا تھا۔ گریبی اس کو صلواتیں سنا رہی تھیں۔

"مجھے تو مجھے تم نے بیوی تک کو مہینے بھر سے فون نہیں کیا شاذان۔" وہ سخت خفا ہو رہی تھیں۔ ایما خاموشی سے زیر لب مسکراتی سنتی رہی۔ اس کے سامنے غصے میں بھرا رہنے والا گریبی کے سامنے کیسے شرمندہ ہو رہا تھا۔ وضاحت دے رہا تھا۔ وہ دھیان سے سننے لگی۔

اتنے دن بعد اس کی آواز سن کر سماعتیں سرشار ہو رہی تھیں۔

"اچھا اب مجھے ہی مناتے جاؤ گے یا ایما سے بھی بات کرو گے؟ جانتے ہو ایک خوشخبری ہے اس کے پاس۔" وہ خاموش ہوا تو گریبی نے خوشی سے کھنکتے لہجے میں کہا۔

ایما کی دھڑکنیں بے اختیار پھولنے لگیں جبکہ شاذان کچھ متعجب رہ گیا تھا۔

"کیا مطلب گریبی۔ کیسی خوش خبری؟" اس نے کچھ الجھ کر پوچھا تو گریبی نے اسے بتایا۔

"واٹ۔ آر یو سیریس گریبی۔"

بے تحاشہ خوشی سے اس کی آواز بوجھل ہوگئی تھی۔ ایما نے فرط تشکر سے آنکھیں بند کرلیں۔ کتنی ہی دیر وہ بے یقینی کا اظہار کرتا رہا اور گریبی اسے یقین دلاتی

رہیں۔
"مگر ایما۔۔۔؟ کیسی ہے وہ۔"
اچانک وہ کسی گہری سوچ کے نتیجے میں سنجیدہ ہو گیا تھا۔ دبے دبے لہجے میں اس کا پوچھا۔
"کیسی ہو گی وہ؟ جس کا شوہر اسے ایک ماہ تک پلٹ کر نہ پوچھے' وہ کیسی ہو سکتی ہے۔ ایما تو پھر بہت صابر بچی ہے۔" گریبی ایک بار پھر گھر کنے والے انداز میں بولیں۔
"اس نے آپ سے شکایت کی ہے میری۔" جواباً اس نے سکون سے دریافت کیا تھا۔
"لو تم اسے ایسا سمجھتے ہو؟ وہ تو بے زبان بچی ہے۔ میں کچھ کہوں تو تمہاری حمایت کرتی ہے۔ تسلی دیتی ہے مجھے' مگر بیٹا ہم نے بھی یہ بال دھوپ میں سفید نہیں کیے۔" گریبی آج مکمل ڈانٹنے کے موڈ میں تھیں۔
"ماشاء اللہ گریبی۔ آپ تو بالکل پہلے جیسی ہو گئی ہیں۔ ڈانٹ رہی ہیں آج مجھے!" اس نے ہنس کر ٹالا تھا۔ گریبی مسکرا دیں۔
"ہاں تو تمہاری بیوی کی خدمتوں کا نتیجہ ہے یہ بھی۔ اس نے اتنی خدمت کی میری۔ میری صحت کا اتنا خیال تو کبھی تمہارے بابا حیات بھی نہ رکھ سکے۔"
گریبی اس کی تعریف کر رہی تھیں۔ وہ "تائیدا" خاموش ہو گیا تو وہ بولیں "اچھا لو اب اس سے بات کرو۔ بلاتی ہوں میں۔ ہولڈ رکھنا۔"
گریبی نے آواز دی تو وہ آہستگی سے ریسیور رکھ کر ان کے بیڈ روم میں آ گئی۔ گریبی کی چمکتی آنکھیں اور مسکراتے لب اس کی ہمت بڑھا رہے تھے۔ اس نے ریسیور تھام لیا تو وہ کمرے سے باہر چلی گئیں۔ دل ایک لمحے کے لیے بڑی تیزی سے دھڑکا تھا۔
"ہیلو۔" اس کی غنائیہ آواز گونجی تو شاذان حیات علی کو اس کے لہجے میں چھپی بے تابی بہت واضح محسوس ہوئی۔ وہ خود کچھ نہیں کہتی تھی' مگر اس کی آنکھیں اور اس کا لہجہ بہت کچھ بتا دیتا تھا۔
"ہیلو' کیسی ہو؟"
"ٹھیک ہوں۔ آپ کیسے ہیں؟"
دل تو چاہ رہا تھا کہ آپ کے بغیر خوش نہیں' مگر ہونٹوں تک آتے الفاظ اس نے لوٹا دیے تھے۔ "آئی ایم آل رائیٹ۔ مجھے یقین نہیں آ رہا کہ گریبی سچ کہہ رہی ہیں۔ از اٹ رئیلی ٹرو ایما؟" وہ اب تک بے یقین سا تھا' تاہم لہجے میں کوئی خاص مسرت نہ تھی۔
اس کے جذبے ٹھنڈے سے پڑنے لگے۔ بہت سست لہجے میں اس نے "جی ہاں" کہا۔
"بٹ یو آر ٹو ینگ ایما۔ ابھی تمہارے سامنے پوری زندگی پڑی ہے۔ کیا تم ایک ایسے بچے کو پالنے کی ذمہ داری اٹھا سکتی ہو جس کا فادر۔۔۔"
بے اختیار شاذان کے لبوں سے سچ نکل گیا تھا۔ ادھورا جملہ اپنے اندر بہت معنی رکھتا تھا۔ ایما کے خون کی روانی جیسے بالکل مدھم ہو گئی۔ یہ شاذان نے کیا کہہ دیا تھا۔ اتنا شدید دھچکہ۔ ایک لمحے کے لیے وہ بالکل گنگ رہ گئی۔
"آئی مین ایما کیا۔۔۔"
"پلیز! اور کچھ مت کہیے گا۔" یکدم اس نے بات تیزی سے کاٹ دی تھی۔ شاذان یکلخت خاموش ہو گیا۔
"زندگی میں جب کبھی بھی آپ نے مجھے اس گھر سے' اپنی زندگی سے نکالا' میں یہاں سے خالی ہاتھ جاؤں گی۔ یہاں آ کر مجھے جو کچھ ملا' سب آپ کا تھا۔ سب آپ کا ہے اور سب آپ کا رہے گا۔" بھیگتے لہجے پر بہ مشکل قابو پا کر وہ بولی تھی مگر آواز سے دکھ جھلک اٹھا تھا اور اس کے ساتھ ہی اس کی ریسیور کریڈل پر رکھ دیا تھا۔
بے اختیار گھٹنوں پر سر ٹکا کر اس نے سسکیوں کو آزاد چھوڑ دیا۔
آج اس کی آخری امید کا چراغ بھی بجھ گیا تھا۔ ہر طرف اندھیرا چھا گیا۔ شاذان حیات کی تنگ دلی نے اسے بری طرح ضرب پہنچائی تھی۔ اس کی انا' اس کی خودداری' اس کی وفا اور اس کے ضبط پر کھلے بندوں ڈاکا پڑا تھا۔
شاذان نے کوئی خنجر جیسے دستے تک اس کے قلب میں اتار دیا تھا۔ اس کی آنکھیں لہو نہ روتیں تو اور کیا کرتیں۔
گریبی کتنی دیر بعد پلٹیں اور خلاف توقع منظر دیکھ کر دل سی گئیں۔ تڑپ کر آگے بڑھیں۔ "ایما۔۔۔ میری بچی۔۔۔ کیا ہوا؟"
اور وہ یوں مچل کر ان کے سینے سے لگی جیسے اپنے سارے آنسو ان کے کندھے پر بہا دینا چاہتی ہو "ایما بیٹا کیا ہوا جان۔"
گریبی اسے بہت دن بعد شاذان سے بات کرنے کا

اثر سمجھ رہی تھیں۔ اس کی جدائی کی وجہ سمجھ رہی تھیں۔ "بس میں کر رہی ہوں شانی کو فون کہ آئے تمہیں لے جائے۔ اس کی جدائی نے یہ حال کیا ہے تمہارا۔ کیا میں سمجھتی نہیں؟"

"نہیں۔"

انہوں نے اپنی سمجھ کے مطابق بات کی تو وہ کرنا کی سے چیخ اٹھی۔ گریبی لمحے بھر کے لیے متوحش ہو گئیں۔ "نہیں گریبی پلیز مجھے خود سے جدا مت کیجئے گا۔ آپ مجھے خود سے علیحدہ مت کریں۔ آپ ہی تو میرا۔۔۔۔"

بے اختیاری اور شدت دکھ سے وہ نہ جانے کیا کہنے جا رہی تھی' بہ مشکل خود کو روکا۔ اور سادہ لوح گریبی اس کی محبت پر جی جان سے فدا ہو گئیں۔ اسے خود سے بے تحاشا لپٹا لیا۔

"نہ بیٹا۔ میرا مقصد تمہیں خود سے دور کرنا نہیں۔ میں تو بس۔۔۔۔"

"نہیں۔۔۔ نہیں۔"

وہ بچوں کی طرح رو رہی تھی۔ گریبی کچھ پریشان اور کچھ مسرور سی اسے چپ کرا رہی تھیں۔ اس کی محبت نے ان کا سیروں خون بڑھا دیا تھا۔

"بڑی عظیم ہیں وہ ماں باپ جن کی تم جیسی بیٹی تھی' مگر اب تم میری بیٹی ہو۔" گریبی نے اس کا ماتھا چوم لیا جو اذیت سے زرد پڑ گئی تھی۔

سوادِ درد میں تنہا کھڑا ہوں
پلٹ جاؤں مگر موسم نہیں ہے
کنارہ دوپہر دریا کا جیسے
وہ ساتھی ہے مگر محرم نہیں ہے
یہ بستی ہے ستم پروردگاں کی
یہاں کوئی کسی سے کم نہیں ہے
میں تم کو چاہ کر چھپتا رہا ہوں
کوئی اس زخم کا مرہم نہیں ہے

پھر بہت سارے دن اسی طرح گزر گئے۔ شاذان کا فون آتا' گریبی سے بات ہو جاتی تو وہ مطمئن ہو جاتیں' تاہم ایما کو اس نے دوبارہ بیڈ روم والے نمبر پر کال کیا' مگر ایما نے ریسیو کرنے کی بجائے پلگ ہی نکال دیا۔ دکھ ایسا تھا کہ باوجود خواہش کے وہ ضبط نہیں کر پا رہی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ غذا' دوا اور گریبی کی سخت دیکھ بھال کے باوجود وہ کمزور ہوتی جا رہی تھی۔ دو ماہ اسی طرح گزر چکے تھے۔

ڈاکٹر عطیہ نے وجہ "ڈپریشن" بتائی تو گریبی نے اسے حتمی انداز میں کہہ سنایا کہ لندن سے فوراً فلائیٹ پکڑ کر چلا آئے۔ سو اسے آنا ہی پڑا۔

ہمیشہ کی طرح وہ اچانک آیا۔ شام کا وقت تھا۔ گریبی آرام کر رہی تھیں اور وہ لان میں بیٹھی بنائی کرنے میں مصروف تھی کہ اس کی آہٹ پر چونکی۔ وقت کی نبض جیسے ایک لمحے کے لئے تھم گئی تھی۔

شاذان اس کے مقابل تھا۔ اس کی طرف دیکھ رہا تھا' مگر اس کے چہرے پر ہمیشہ کی طرح گلابی پن نہیں اترا' نہ ہی وہ بوکھلائی تھی۔ ہاں بس ایک ٹک اسے دیکھتی اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ اون کا گولہ لڑھک کر شاذان کے قدموں تک رکا۔

کھلی کھلی شام میں ایپل گرین کرتے پر براؤن شلوار دوپٹے میں وہ کچھ بجھی بجھی سی نظر آ رہی تھی۔ چہرے پر ماضی کی نسبت زیادہ اعتماد تھا البتہ اس کا سوگوار حسن ممتا کے رنگ میں ڈوب کر اور بھی جاذب نظر بنا رہا تھا اسے۔

شاذان نے جھک کر اون کا اٹھایا اور اس کے پاس چلا آیا تو اس نے گہری سانس بھر کر سلام میں پہل کی۔

"وعلیکم السلام کیسی ہو؟" وہ اس کی جھکی پلکوں پر نظر جمائے ہوئے تھا جس کے پیچھے اسے نمی کا ایک طوفان مچلتا نظر آ رہا تھا۔

"اچھی ہوں۔"

"سو یو آر۔ وہ تو تم ہو۔" وہ قدرے مسکرا کر بولا تھا۔ اس نے جھٹکے سے سر اٹھایا۔ تحیر چہرے سے عیاں تھا۔ "مگر بہت دبلی لگ رہی ہو۔ کیا اپنا خیال رکھنا چھوڑ دیا ہے۔"

وہ اپنائیت بھرے لہجے میں نرمی سے پوچھ رہا تھا۔ ایما کو لگا' اس درجہ مسرت پر وہ رو ہی پڑے گی۔ "میں ٹھیک ہوں سر! آپ نے بہت دن بعد دیکھا ہے اس لیے شاید۔۔۔۔"

"بہت دن بعد دیکھنے کا مطلب یہ تو نہیں کہ پاسٹ میں جو کچھ گزر چکا ہے' اسے میں بھول گیا ہوں۔ دیکھو ایما میں لندن میں رہوں یا یہاں۔ ہمارے بیچ جو ریلیشن ہے اسے کمپلیٹلی ذہن سے تھرو آؤٹ نہیں کیا جا سکتا۔" وہ سنجیدگی سے کہہ رہا تھا۔ وہ خاموشی سے نظر اٹھا کر اسے دیکھنے لگی۔ نظر کہہ رہی تھی (کیا واقعی

ہمارے درمیان کوئی رشتہ ہے؟ یا محض میرے دل کو دھوکا ہوا ہے)

شاذان کی زیرک نظریں اس کا سوال سمجھ گئی تھیں' مگر نظرانداز کرنا اس کی مجبوری تھی۔

"ایلی وے' اندر چلو اور ہاں ڈرائیور سے کہو ڈرائیو وے پر کچھ بیگز رکھے ہوئے ہیں لے کر اندر آ جائے۔"

وہ اسے کچھ جتاتے ہوئے بولا تھا ساتھ ہی ہدایت دی تو وہ حیرت سے مڑ کر ڈرائیور کی طرف دیکھنے لگی۔ آج سے پہلے وہ جب بھی آیا تھا' محض ایک بریف کیس ہاتھ میں ہوتا' مگر آج یہ سامان؟؟

گرینی سو گئی تھیں۔ وہ انہیں ڈسٹرب کرنے سے منع کرتے ہوئے فریش ہونے چلا گیا تو وہ کافی بنا لائی۔ جس وقت وہ کمرے میں داخل ہوئی' وہ بلیک شلوار قمیص میں ملبوس کھڑا بال بنا رہا تھا۔

"کافی۔" مگ اس کی طرف بڑھایا۔

"وہاں رکھ دو۔"

شاذان نے ہدایتاً کہا تو وہ رکھ کر پلٹنے لگی۔ یقیناً اس کے آرام کے خیال سے باہر جانے کا ارادہ تھا مگر اس نے ایما کا ارادہ بھانپ کے اسے روک لیا۔

"کیا کوئی کام ہے؟" وہ مڑی تھی۔ سادگی سے دریافت کیا۔

شاذان نے سنجیدگی سے مڑ کر اسے دیکھا تھا جس کی آنکھوں میں امید کا کوئی جگنو نہیں چمک رہا تھا۔ نہ جانے اس [illegible]وں میں کیا تھا' وہ نگاہ چرا گئی۔ چہرے پر ندامت کا رنگ اتر آیا۔

"دیکھو ایما اس طرح غیریت کا ثبوت دے کر تم مجھ سے بدلہ یا انتقام تو لے سکتی ہو' مگر اپنے ساتھ اچھا نہیں کر رہیں۔ تمہیں خوش رہنا چاہئے۔ گرینی نے بتایا ڈاکٹر نے تمہیں "ڈپریشن" بتایا ہے۔" سینے پر بازو لپیٹے وہ وارڈروب سے ٹک کر کھڑا ہو گیا۔

"تو آپ کیا گرینی کے کہنے پر آئے ہیں؟"

اس کی بات کے جواب میں اس نے اچانک ہی نظر اٹھائی تھی۔ شاذان بے ساختہ مسکرا کر اس کے نزدیک چلا آیا۔

"تمہیں کیا لگتا ہے؟" اس کا رخ ہاتھ تھامتے ہوئے وہ پوچھ رہا تھا۔

"آپ کافی لمبا سفر کر کے آئے ہیں' آرام کریں۔"

اس بار اس نے بہت سہولت سے اپنا ہاتھ چھڑا کر اعتماد سے کہا تھا۔ شاذان کچھ متعجب سا رہ گیا۔ وہ جانے کے لیے قدم بڑھانے لگی تو اس نے خود آگے بڑھ کر روک لیا۔

"یہاں بیٹھو' میں کچھ لایا ہوں تمہارے لیے اور جونیئر کے لیے۔" ہلکی سی مسکراہٹ سمیت اس نے سادگی سے کہا تو ایما کو رکنا ہی پڑا۔

شاذان نے اسے صوفے پر بٹھا کر ایک کے بعد ایک بیگ کھولنا شروع کیا۔ بچوں کے لاتعداد کپڑے اور کھلونوں سمیت اس کے لیے بھی بیش قیمت تحائف تھے۔ وہ حیرت سے اسے دیکھنے لگی۔

بچے کے کپڑے کچھ تو اتنے بڑے تھے کہ چار سال بعد ہی پہننے میں آتے۔ ایما کو بے اختیار ہنسی آ گئی۔

"کیا ہوا___ کیا کچھ غلط لے آیا۔"

ایک ایک چیز وہ بے حد چاؤ سے دکھا رہا تھا۔ ایما کے دل پر چھایا غبار چھٹنے لگا تھا۔ آنکھوں کے جگنو چمکنے لگے۔ چہرے پر رنگ اتر آئے۔ اسے مادی چیزوں کی چاہ نہیں تھی' مگر شاذان کا یوں اپنی آمادگی کے ساتھ اس معاملے میں دلچسپی لینا اسے کے دل و دماغ میں پھول سے کھلا گیا۔

"ان میں چند کپڑے اور کھلونے تو کافی بڑے ہیں سر۔ یہ تو دو تین سال تک کا سامان لے آئے ہیں آپ۔" اس کے سوال کرنے پر اس نے مسکراہٹ سمیٹ لی تھی۔

شاذان ہلکا سا قہقہہ لگا کر اس کے پہلو میں آ بیٹھا

"مجھے یہ سب چیزیں خریدنے کا سینس نہیں ایما۔ جو مجھے اچھا لگتا گیا' میں خریدتا گیا۔ یو نو میں نے اپنے بچے کا امیج کیسا بنایا ہے بالکل اپنے جیسا۔ اسمارٹ کانفیڈنٹ اور انٹیلی جینٹ' مگر اسے تمہاری طرح انوسنٹ اور لونگ بھی ہونا چاہئے۔ مجھے نہیں معلوم بیٹا ہو گا یا بیٹی اس لیے میں نے ہر طرح کے کپڑے اور ٹوائز لئے ہیں۔"

ایسی بے اختیاری' ایسی محبت اس نے شاذان کی آنکھوں میں پہلی بار دیکھی تھی' وہ دم بخود رہ گئی اور پھر وہ بہت دیر اس سے اپنے خواب اور خواہشیں ڈسکس کرتا رہا۔ اپنے بچوں کے متعلق اس نے بہت کچھ سوچ رکھا تھا۔ اپنے رویئے اور اپنے اس ادھورے جملے پر وہ

بے حد نادم تھا۔

اس کے لہجے سے عیاں تھا کہ وہ اس کے زخم مندمل کرنے آیا ہے۔ اس نے بہت دور تک کی پلاننگ کر رکھی تھی، مگر اس پلاننگ میں اس کے بچے شامل تھے، مگر ایما کہیں نہیں تھی۔

تاہم اس کے لیے یہی بہت تھا کہ شاذان نے خود اسے دل سے قبول کیا ہو یا نہ ہو، مگر اس ننھے مہمان کے استقبال کے لیے وہ دل و جان سے تیار تھا۔

کرینی نے اسے حسب توقع بے حد لتاڑا تھا، انہیں مناتا ہنستا مسکراتا رہا۔

اس بار ایما نے اس کا بالکل نیا روپ دیکھا تھا۔ اسے یقین ہوگیا کہ اسے اپنے بچے سے بے حد محبت تھی۔ ایما کی صحت کے لیے اس نے اس کی غیر موجودگی میں ڈاکٹر علیہ کے یہاں وزٹ بھی کیا۔

"آپ کی مسز انیمک (Aneamic) ہیں۔ ساتھ ہی غالباً" آپ کی (Absence) بھی ان کو افیکٹ کرتی ہے۔ آپ ان کا خیال رکھیں۔"

ڈاکٹر علیہ نے اسے ہدایت کی تو وہ لب بھینچ کر مکمل تعاون کا یقین دلاتا رہا۔ بقیہ دن اس کا رویہ اتنا مہربانہ اور حلاوت آمیز رہا کہ ایما کو اپنے دکھ بھولنے لگے اور کرینی کی شکایت بھی دور ہوگئی۔ یوں ٹھیک بیس دن بعد وہ چلا گیا۔

☆ ☆ ☆

نہ اداس ہوں نہ قرار ہے میری کیفیت اک چراغ سی
وہ چلے گئے تو میں بجھ گیا جو وہ آگئے تو میں جل اٹھا

گزرتے وقت کو کون روک سکا ہے؟ اس کے لیے شاذان بھی اچھے وقت کی طرح تھا جو جتنی دیر سے آتا، اتنی ہی جلدی چلا بھی جاتا تھا۔

وہ ہنستے بولتے آتا اور کچھ عرصے بعد جانے کو پر تولنے لگتا تو ایما کے اندر دراڑیں پڑنے لگتیں۔ یہ احساس حاوی ہونے لگتا کہ کچھ بھی ہو، شاذان کرسٹینا کے بغیر نہیں رہ سکتا۔

کرسٹینا اس کی اولین چاہت ہے، اسے بھلانا ناممکن ہوگا۔

جبکہ وہ اس سے ایک ایسے رشتے میں منسلک ہے جس کو اس نے مجبوراً بنایا اور نبھایا ہے۔ اور ان ہی دنوں جب وہ اپنی زندگی کے اس رویے کے متعلق سنجیدگی سے سوچنے لگی تھی۔ بارگاہ ایزدی میں اس کی دعا قبول ہوئی اور ایک خوبصورت صبح اس کے لیے بیٹے کی نوید لائی۔

کتنی ہی دیر وہ بازوؤں میں لیے اس گل گوتھنے سے فرشتے کو دیکھتی رہی تھی۔ یقین نہیں آرہا تھا کہ وہ اس کے وجود کا حصہ ہے۔ ننھا سا، صحت مند بچہ اس کی گود میں کلکاریاں مارنے لگا تو بے اختیار اس نے اس کا ماتھا چوم لیا۔ دو آنسو ٹپک کے اس کی آنکھوں سے بہہ نکلے۔

کرینی اس کے ساتھ تھیں۔ ان کی دعاؤں سے مشکل وقت ٹل گیا تھا۔ اسی کی طرح کرینی بھی اس قدر مسرور تھیں کہ سوجھ نہیں رہا تھا کہ کیا کریں۔

احتشام اور ثنا بھابھی سمیت ڈھیر سارے لوگ ہاسپٹل چلے آئے تھے، مگر جسے آنا تھا جس کی آہٹ کی وہ منتظر تھی، وہ نہ آسکا۔ پورا دن انتظار میں گزر گیا۔

اس کی خوشی کا رنگ مدھم ہونے لگا۔ کرینی خود پریشان تھیں، مگر اسے بہلاتی رہیں۔ ثنا بھابھی بھی اس کے ساتھ ساتھ تھیں۔ اس کی شاکی نظریں بارہا احتشام کی طرف اٹھیں۔

"وہ آجائے گا بھابھی۔ ممکن ہے کہ آنے کی تیاری ہی کر رہا ہو۔"

ہر بار وہ تسلی دیتا، مگر اس کے دل کو جیسے پتنگے لگ گئے تھے۔ بے تابی سے وہ اس کی منتظر تھی۔ دوسرا دن بھی اسی طرح گزر گیا حتیٰ کہ تیسرا بھی۔ سب مایوس ہوگئے۔

چوتھے دن اس کا فون آیا تو جیسے سب کی جان میں جان آئی۔ بیٹے کی خبر پا کر وہ ایسا ہی خوش ہوا جیسے کہ اسے ہونا چاہئے تھا، تاہم آنے کے بارے میں اس نے عذر پیش کر دیا تھا۔

"میرا فی الحال آنا پاسبل نہیں کرینی۔ میں یہاں ایک کیس کی وجہ سے اگلے چھ ماہ تک لندن سے باہر نہیں جاسکتا۔" اس نے کسی کیس کا ذکر کیا تو کرینی کا دل دہل گیا۔

"کیا۔ کون سا کیس؟"

"کم ان کرینی۔ آپ پریشان مت ہوں۔ میرے آفس کے ورکر کا کیس ہے۔ ہماری فرم کو انوالو کر لیا گیا ہے۔ بٹ ڈونٹ وری ویسے کوئی مسئلہ نہیں۔"

اس نے اطمینان سے بتایا، مگر کرینی کو تسلی نہ ہو سکی، چنانچہ اسے کافی دیر دلاسہ دینا پڑا تھا۔ ایما سے بات

ہوئی تو وہ چھ ماہ کا سن کر بالکل چپ ہو گئی۔
یہی تو وہ وقت تھا جس کے انتظار میں اس نے طویل سفر کیا تھا' مگر اس مقام پر پہنچ کر بھی وہ خالی ہاتھ رہ گئی تھی۔ شاذان نے اسے بے حد مبارک باد دی تھی۔ بیٹے کو دیکھنے کی خواہش بھی ظاہر کی تھی' مگر حقیقتاً" اسے اس شاذان سے جو پچھلے چند ماہ سے اس کا بہت خیال رکھنے لگا تھا' آج کا شاذان بہت مختلف تھا۔

"میں چھ ماہ بعد آؤں گا۔ ڈونٹ وری سب ٹھیک ہو جائے گا۔ بس جونیئر کا بے حد خیال رکھنا۔ آئی وانٹ ٹو سی ہم پر فیکٹ لائیک می۔"

آخر میں اس نے اپنے پہلے جیسے انداز میں کہا تو وہ بمشکل سب لوگوں کے سامنے ضبط کر سکی' مگر جو نہی تنہائی ملی' وہ اپنے بیٹے کو سینے سے لگا کر رو پڑی۔

اب سمجھ میں آیا تھا یہ کرم نوازی طرف اس لئے تھی کہ کہیں اس کی ذہنی الجھنیں اور جسمانی صحت کا اثر بچے پر نہ پڑے۔ یہ یقیناً گرینی کی ذات کی خاطر کیا گیا تھا۔

"بھی گرینی کے لیے تو کبھی بیٹے کی خاطر آخر یہ شخص میرا کب تک استحصال کرتا رہے گا۔ میری جگہ کہاں ہے یا رب العالمین کیا ہے میری حیثیت؟"

اس کا دل چلا رہا تھا اور آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے:

کتنا سہل جانا تھا
خوشبوؤں کو چھو لینا
بارشوں کے موسم میں
شام کا یہ اک منظر گھر میں قید کر لینا
روشنی ستاروں کی
مٹھیوں میں بھر لینا
کتنا سہل جانا تھا
خوشبوؤں کو چھو لینا
جگنوؤں سی باتوں سے
پھول جیسے آنگن میں
روشنی سی کر لینا
اس کی یاد کا چہرا' خوابناک آنکھوں میں
جھیل کے گلابوں پر دیر تک سجا لینا
کتنا سہل جانا تھا
اے دل کی خوش فہمی
اس طرح نہیں ہوتا
تتلیاں پکڑنے کو دور جانا پڑتا ہے
اس طرح نہیں ہوتا
اس طرح نہیں ہوتا۔۔۔

بیٹے کا نام اعیان رکھا گیا تھا۔ شاذان کو تقریباً" ہر پندرہ دن بعد گرینی اعیان کی تصویر کھنچوا کر بھجواتی تھیں۔ ساتھ ہی پہلے ماہ کے بعد اس کی ویڈیو بھی بھیجی تھی۔ پھر ہر مہینے یہ سلسلہ چلتا رہا۔ درحقیقت عیان کی صورت دیکھ کر وہ بھی جینے لگی تھیں ورنہ اس آخری دھچکے نے انہیں شاذان سے بہت دور کر دیا تھا۔

گرینی کبھی کبھی اس کے بے تاثر چہرے کو دیکھ کر دہل سی جاتی تھیں جس کی آنکھوں میں جذبوں کی مردنی بہت واضح نظر آنے لگی تھی۔ وہ خود ایک عورت تھیں' ایک بیوی رہ چکی تھیں۔ اس کی دلی کیفیت بہت اچھی طرح سمجھ رہی تھیں۔

مگر کچھ کر نہیں سکتی تھیں۔ شاذان کو فون کرتیں تو وہ خود اتنا پریشان محسوس ہوتا کہ اس سے بھی کچھ نہ کہہ پاتیں۔

ایما نے تو خیر چپ ہی سادھ لی تھی۔

شاذان فون کرتا تو ہوں ہاں کرتی رہتی۔ کہنے کے لیے بچا ہی کیا تھا۔

اسی طرح کرتے کرتے چھ ماہ گزر گئے' مگر اس کی واپسی پھر بھی نہ ہو سکی۔ اب تو گرینی بھی متوحش ہو گئیں۔ تنگ آکر انہوں نے اس کے فون اٹینڈ کرنے ہی چھوڑ دیئے۔

احتشام اور ثنا الگ پریشان تھیں۔ گرینی انہیں ہی بلاتیں اور اسے سمجھانے کو کہتیں۔

احتشام کے لیے ایما کا سامنا کرنا مشکل ہو گیا تھا۔ گو کہ اب تو وہ اسے شاکی نظروں سے بھی نہ دیکھتی کہ اس کے چہرے پر لکھی ندامت اسے متاسف ہی کرتی تھی' مگر اس کے چہرے کی زرد رنگت اور جھکی ہوئی بھیگی پلکیں احتشام کے دل کو کچھ کہنے لگیں۔

تنگ آکر احتشام نے اسے فون کیا تو اس نے واضح لفظوں میں کہہ دیا کہ مجبوری ہے' "آ نہیں سکتا۔

ایما نے سمجھا تھا اولاد کی زنجیر اسے یہاں باندھ کر کھینچ لائے گی' مگر شاذان نے اس کی ہر امید' ہر توقع ختم کروا دی تھی۔ کبھی کبھی عیان کو سینے سے لگا کر وہ بے آواز روتی جاتی تو ماں کو حیرت سے ٹکر ٹکر دیکھنے لگتا۔

گرینی کے لیے شاذان کا یہ رویہ کچھ صحیح نہیں رہا اور ان کی ہارٹ بیٹ ان سیٹل گئیں۔ فوری طور پر ہاسپٹل جانا پڑا۔ جہاں بائی پاس کے علاوہ کوئی چارہ کار نہ پا کر احتشام نے ایما کو باخبر کرتے ہوئے آپریشن کے انتظامات کرڈالے۔

بڑا کڑا وقت تھا۔ شاذان کی غیر موجودگی میں یہ سب یوں ہوگیا تھا۔

ایما اعیان کو کندھے سے لگائے عالم پریشانی میں ہاسپٹل سے گھر اور گھر سے ہاسپٹل کے چکر لگا رہی تھی۔ شاذان کو اطلاع کرنے سے احتشام نے روک دیا تھا۔

آپریشن ناگزیر تھا۔ وقت کا لمحہ لمحہ سسک سسک کر گزر رہا تھا۔ تب کہیں جا کر ڈاکٹر بلگرامی نے باہر نکل کر خوشی کی خبر سنائی کہ آپریشن کامیاب رہا ہے' گرینی ٹھیک ہیں تو وہ سجدے میں گر پڑی۔ شاذان نے گرینی کی ذمہ داری اسے سونپی تھی اس نے اس کی سن لی تھی۔

پھر پورا ہفتہ بے حد تیزی میں گزرا۔ گرینی کی کنڈیشن بہتر ہوئی تو انہیں روم میں شفٹ کردیا گیا۔ ایما نے جی جان سے ان کی خدمت کی تھی۔ پھپھو اور ممی بھی انہیں دیکھنے آئیں۔

زندگی ایک ایسے موڑ پر آگئی تھی کہ اسے سوائے تقدیر کے کسی سے شکوہ نہ رہا تھا۔

☆ ☆ ☆

اس روز بھی وہ نماز پڑھ کر گرینی کی صحت اور اعیان کے لیے دعا مانگ رہی تھی تو آنسو نکل آئے۔ اب اس کی دعاؤں کا مرکز ہی دونوں تھے' جبکہ شاذان کی خیریت کی دعا تو جیسے اس کی سانس سے بندھ گئی تھی۔

تجھے جیسے بھی حالات اب تک بات ہے لیکن ممکن ہی نہیں تھا کہ تیرا دھیان نہ کرتے

سفید کاٹن کی ڈوریوں والی کلیوں کے کرتے شلوار میں ملبوس کلف لگے دوپٹے کو سلیقے سے سر پر جمائے اس کا پورا وجود کسی نورانی ہالے میں محو رلگ رہا تھا۔

دروازے کے اندر آتے شاذان کے قدم ٹھٹک گئے۔ نظریں مرتکز ہو کر رہ گئی تھیں۔ قدم پیچھے ہٹ گئے' حتیٰ کہ وہ چہرے پر ہاتھ پھیر کر آنسو صاف کرتی اٹھ گئی۔ سامنے ہی بیڈ پر گرینی آنکھوں موندے لیٹی تھیں۔ وہ اٹھ کر سیدھی ان کے پاس گئی۔ اعیان کو گود میں لے کر گرینی کے پاس آبیٹھی۔

"لیجیے گرینی سوپ لے لیجیے۔"

اس کا سنجیدہ لہجہ اور حلاوت سے بھرپور آواز شاذان کی سماعتوں کا حصہ بن گئی۔ اتنا سب کچھ ہو جانے کے باوجود وہ کس تندہی سے ان کی خدمتیں انجام دے رہی تھی۔

گرینی نے آنکھیں کھولیں تو اعیان لپک کر ان کے پاس جانے لگا۔ ایما نے اسے سرزنش کی تو وہ کھلکھلا کر ہنس پڑا۔ یہ منظر اس قدر مکمل اور خوب صورت تھا کہ اس کی آمد کا اندازہ تک نہ ہوا۔ وہ اس طرح کھڑے ہو کر یہ منظر دیکھ رہا تھا کہ ان کی نظر بھی نہ پڑے' مگر زیادہ دیر ضبط نہ کرسکا۔

گرینی کا سوپ ختم ہونے سے پہلے ہی وہ بے تابی سے اندر چلا آیا تھا۔ وہ دونوں ایک ساتھ چونکی تھیں۔ ایما کے ہاتھ سے سوپ میں چمچہ گر پڑا۔

"میں آگیا گرینی' دیکھیے میں آگیا۔ میں آپ کو لینے آرہا ہوں۔" وہ بے قراری سے آگے بڑھا تو باوجود لاتعداد شکایتوں کے گرینی کے خفیف بازو اس کے لیے وا ہوگئے۔ انہوں نے اسے گلے سے لگا لیا تھا۔

ایما غیر محسوس انداز میں اٹھ کھڑی ہوئی۔

"کہاں چلا گیا تھا تو میرے بچے' اپنی گرینی کے بڑھاپے تک کا خیال نہیں آیا تجھے۔"

گرینی کے آنسو بہنے لگے تھے۔ شاذان کو احساس ہوا تو انہیں خود سے الگ کیا۔

ابھی ابھی احتشام اور ڈاکٹر بلگرامی سے مل کر آیا تھا۔ احتشام نے تو وہ جھاڑا تھا کہ سخت ندامت اور پریشانی کے باعث اس کی آنکھیں جھک گئی تھیں۔

"میں یہیں تھا آپ کے پاس بس اپنی ذاتی سی الجھنوں میں پھنس گیا تھا۔ اینی وے فرسٹ ٹیل می آپ کیسی ہیں؟ یہ کیا حالت بنالی ہے آپ نے اپنی۔ میرے ساتھ چلیے میں آپ کو لے جانے آیا ہوں۔"

"میں انسان ہوں بیٹا اور وہ بھی بے صبر۔ ایما کی طرح سمجھا تھا تم نے مجھے کہ ہمت دکھاؤں گی۔ یہ تو بس اس کا دل گردہ ہے جو تمہاری یہ بالا تیاں اور بے اعتدالیاں برداشت کرتی جارہی ہے۔"

نحیف اور نقاہت زدہ آواز میں بھی وہ اسے ڈانٹ رہی تھیں۔ چہرے کے تاثرات کافی تند تھے۔ ایما سر جھکا کر پیچھے سرک گئی۔ شاذان نے ایک نظر اس پر ڈالی تھی

مگر اعیان نے ساری توجہ کھینچ لی۔

"ایسے کیا دیکھ رہے ہو' تمہارا بیٹا ہے آگے بڑھ کر تھام لو اسے۔" دل نے بڑی شدت سے خواہش ظاہر کی تھی تو وہ نہ رہ سکا۔ بے قراری سے آگے بڑھا تو ایمانے اپنی گرفت اعیان پر سے ڈھیلی کر دی۔

اگلے لمحے وہ اس کی گود میں تھا' مگر لپک لپک کر ماں کی طرف آ رہا تھا۔

"مائی سن۔ یور آر مائن جسٹ مائن۔" (تم میرے ہو صرف میرے)

مچلتے پھسلتے اعیان کے چہرے کو بے تحاشہ چومتے ہوئے وہ بے خودی میں بڑبڑایا تھا۔ یہ کیسا حسین تحفہ دیا تھا اسے ایمانے۔

اتنی محبت' اتنی شفقت آج تک اس نے اپنے اندر مچلتی محسوس نہ کی تھی جیسی کہ آج اس کے دل سے ابھر رہی تھی۔ برسوں کی تشنہ خواہش آج سیراب ہوئی تھی۔

گرینی نے اسے مسکرا کر اور ایما ایک خاموش حصار میں کھڑی ایک تک اسے دیکھ رہی تھی۔ اعیان اس درجہ محبت کے مظاہرے پر احتجاجاً" رو پڑا تھا۔ ایما کی طرف بانہیں پھیلا رہا تھا۔ "نو مائی ڈیئر آج نہیں۔ آج تو تم صرف اپنے پاپا کے پاس رہو گے۔"

شاذان نے اسے خود سے لپٹا لیا تو نہ جانے اسے کیا [illegible]ت تیز قدموں سے چلتی ہوئی کمرے سے نکل گئی تھی۔ گرینی شاذان کی طرف متوجہ تھیں جو اعیان کو پا کر دیوانہ ہوا جا رہا تھا۔ کبھی اسے گدگداتا تو کبھی سینے سے بھینچ کر آنکھیں بند کر لیتا۔

"گرینی آئی کانٹ بلیو ڈیٹ دس اینجل از مائن۔" (گرینی مجھے یقین نہیں آتا کہ یہ ننھا فرشتہ میرا ہے)

گرینی بردباری سے ہنس پڑیں۔

"یہ تمہارا ہی ہے میرے بچے' ماشاء اللہ سات ماہ کا ہونے والا ہے' مگر سال بھر کا لگتا ہے۔ ایمانے بڑی جان ماری ہے اس کے اور میرے لیے۔ یقین کرو بیٹا کبھی کبھی تو لگاتار چھتیس چھتیس گھنٹے جاگی ہے وہ غریب۔"

وہ بتا رہی تھیں۔ اعیان ان کی طرف لپکا تو شاذان سنجیدگی سے ان کی طرف متوجہ ہو کر ان کے پاس چلا آیا۔

"پچھلے مہینے یہ بیمار ہو گیا تھا۔ تم ماں کی تکلیف کا اندازہ نہیں کر سکتے۔ پہروں وہ اس کے سرہانے بیٹھی رہتی تھی' پھر دوسری طرف میرا بی۔ پی ہائی۔ میری دوا' پرہیزی کھانا' مجھے کمپنی دینا۔ بچی نے کیا کیا نہیں کیا۔ حقیقت تو یہ ہے کہ اگر تم اس کا قرض اتارنا بھی چاہو تو نہیں اتار سکتے۔ بہت احسان کیے ہیں اس نے تم پر۔"

گرینی ایک بار پھر اس کی پچھلی زیادتیاں یاد کر کے آزردہ ہو گئی تھیں۔

"جس طرح تم نے اسے بے یار و مددگار چھوڑ دیا تھا' کوئی اور لڑکی ہوتی تو اپنے حسن اور وقت کو بے وفا شوہر کے انتظار میں ضائع نہ کرتی۔ میں بوڑھی عورت بھلا کہاں تک روک سکتی تھی؟" گرینی کے لہجے میں تجربے کی گہرائی تھی۔

"جن معاشی حالات میں رہ کر وہ یہاں آئی تھی' اس چکا چوند سے تو اس کی آنکھیں چندھیا جانی چاہئے تھیں' مگر اسے تو جیسے روپے پیسے سے غرض ہی نہ تھی۔ اس سوا سال میں اس نے محض اعیان کے لیے خریداری کی اور بس۔ ہاسپٹل اور احتشام کے گھر کے علاوہ کبھی باہر نہیں نکلی۔"

گرینی اس کی تعریف میں رطب اللسان تھیں۔ وہ سر جھکائے سنتا رہا۔ اعیان اب گرینی کی گود تک پہنچنے میں کامیاب ہو چکا تھا۔

"میں جانتا ہوں گرینی۔ شی از آ ویری نائس گرل۔"

اس نے مرعوب سے لہجے میں اعتراف کیا تھا۔

گرینی نے اچنبھے سے اسے دیکھا۔ "تو پھر اس بھلی مانس لڑکی سے کس بات کا انتقام لیا ہے تم نے شانی۔ کیا بگاڑا تھا اس نے تمہارا؟ کیسے کیسے دکھ نہیں دیئے تم نے اسے۔" گرینی انتہائی دل گرفتگی سے کہہ رہی تھیں۔

"پہلے میں سمجھ نہ سکی' مگر اب اندازہ ہوتا ہے تمہیں اس سے محبت ہی نہیں تھی۔ جبھی اسے چھوڑ چھوڑ کر چلے جاتے تھے۔ تم نے سوچا وہ غریب گھر کی لڑکی ہے' پیچھے نہ میکے کا مان ہے نہ خاندان کی پشت پناہی۔ تم جو بھی رویہ رکھو گے' وہ سہتی چلی جائے گی۔ تم در حقیقت اسے میرے لیے نرس اور اپنے گھر کے لیے ایک کیئر ٹیکر ایک منتظم اعلیٰ بنا کر لائے تھے۔"

گرینی تو جیسے اسے پڑھتی ہی چلی گئی تھیں۔ اس کا رنگ پھیکا پڑ گیا۔ تڑپ کر اس نے سر اٹھایا! "پلیز گرینی ایسی بات نہیں۔ میں نے اسے ایکسپلائیٹ نہیں کیا۔ جو

کچھ ہوا' وہ میری مجبوری تھی۔"

وہ آزردگی اور شکستگی سے کہہ رہا تھا' مگر گریٹی کا سویا ہوا جلال جاگ اٹھا تھا "تو ٹھیک ہے میری بھی ایک مجبوری ہے' میں نے ایما کو اپنی بیٹی محض کہا ہی نہیں' سمجھا ہے اور اسی ناطے میں تم سے فیصلہ کرنے کو کہہ رہی ہوں۔ اگر تم اسے اسی طرح آس و انتظار کی صلیب پر لٹکانا چاہتے ہو تو اسے آزاد کردو۔"

آخری جملہ کہتے ہوئے گریٹی کی آنکھیں چھلک اٹھی تھیں۔

شازان کو لگا اسے کوئی دھیرے دھیرے ڈھیروں مٹی تلے دباتا جا رہا ہے۔ بے تحاشا گھٹن کا احساس ہوا تو اس نے فرط ندامت سے ان کے گھٹنے پکڑ لئے۔

"پلیز گریٹی مجھے معاف کردیں۔ آئی ڈونٹ وانٹ ٹو ہرٹ یو۔

(I did't want to hurt you.)

(میں آپ کو ہرٹ کرنا نہیں چاہتا تھا) رہ گئی ایما تو اس کو میں خود منا لوں گا۔ بس آپ مجھ سے نہ روٹھیں۔"

فرط ضبط سے اس کی آنکھیں سرخ ڈوروں سے بھر گئی تھیں۔ لہجے سے تاسف اور پشیمانی عیاں تھی۔ گریٹی کے دل کو قرار آنے لگا تھا۔

"تو پھر جاؤ' اسے مناؤ جاؤ۔ وہ یقیناً گھر چلی گئی ہے۔"

کچھ سختی سے انہوں نے اسے حتمی اور حاکمانہ لہجے میں کہا تو اسے اٹھنا ہی پڑا۔

باہر نکل کر تلاشا تو وہ واقعی موجود نہیں تھی۔ گریٹی کا خیال درست تھا۔

ڈرائیور اور گاڑی چھوڑ کر غالباً" وہ ٹیکسی سے چلی گئی تھی۔ شازان ڈرائیور کو وہیں چھوڑ کر خود ڈرائیو کرتا ہوا گھر پہنچا تو واچ مین نے بتایا کہ وہ گھر آ چکی ہے۔

اس کی سانسیں بحال ہو گئیں۔ ذہن میں عجیب عجیب سے وسوسے آنے لگے تھے' ان سے نجات ملی۔ تو وہ اوپر اپنے روم میں چلا آیا' جہاں حسب توقع وہ مل گئی تھی۔ بے تحاشہ آنسو بہاتی وہ کندھے پر شولڈر بیگ لٹکائے باہر ہی نکلنے کو تھی۔

"کہاں جا رہی ہو؟" وہ اس اچانک اور غیر متوقع سوال کے لیے تیار نہیں تھی۔ ایما کا انداز بتا رہا تھا کہ وہ گھر سے جانے کے لیے نکل رہی تھی۔ لہو رنگ آنکھوں سے اس نے شازان کی طرف گلہ آمیز نظروں سمیت دیکھا۔

"جہاں مجھے چلے جانا چاہئے۔" آنسوؤں سے بھیگتے لہجے میں اس نے بہ مشکل کہا تھا۔

"واٹ نان سینس۔ ہاؤ کین یو ڈو دس۔)

non-sense who you can you do this. What

شازان کا لہجہ یکدم تلخی سے اٹ گیا تھا۔ اس نے بے حد شاکی انداز میں اس کی طرف نگاہ اٹھائی۔ "مجھے پرپوز کرنے سے پہلے مجھ سے سوال کیا تھا کہ کیا میں نرسنگ اور ہوم مینجمنٹ کر سکتی ہوں۔ مجھے اسی وقت سمجھ لینا چاہئے تھا کہ مجھے یہاں بھی ملازمت ہی کرنی ہوگی۔ سو وہ میں نے کی۔" بے تحاشہ روتے ہوئے وہ کہے جا رہی تھی۔ شازان لب بھینچ کر چپ چاپ اسے سننے لگا جس کا غبار نکل جانے دینا ہی بہتر تھا۔

"ہر طرح سے کوشش کی کہ آپ کے گھر کو اپنا گھر' اپنی آخری منزل بنا لوں' مگر ایسا نہ ہو سکا۔ میرے لیے ایک سرائے' ایک جائے پناہ ہی رہی' مگر میں آپ سے اس کی کوئی شکایت نہیں کر رہی۔ میں چاہتی ہوں آپ کرسٹینا کو چاہتے ہیں' وہی آپ کی اولین محبت ہیں اور میں—— میں تو بس ایک سمجھوتہ' ایک ضرورت ایک بزنس ڈیلنگ تھی۔"

کرتے کی آستینوں سے گال صاف کرتے ہوئے آج وہ اس کے سامنے پہلی بار اس طرح نڈر ہو کر بولے جا رہی تھی۔ شازان کے سنجیدہ چہرے پر بے اختیارانہ سا تبسم آ کر ٹھہر گیا۔

اس لمحے وہ اسے بالکل ایک بیوقوف سی اسکول گرل لگی جو روتے ہوئے اردگرد کا ہوش بھلا بیٹھی تھی۔ غور سے دیکھا تو اعیان کی پیدائش کا اس پر کوئی خاص اثر نظر نہ آیا' بلکہ وہ تو پہلے سے بھی دبلی ہو گئی تھی۔

"آپ گریٹی کو لے جانے آئے ہیں تو یقیناً" اعیان کو بھی ساتھ لے جائیں گے۔ اس سے پہلے کہ آپ مجھے چھوڑ جائیں' میں یہاں سے خالی ہاتھ جا رہی ہوں۔ دیکھ لیجئے اس بیگ میں صرف چند تصاویر ہیں اور اعیان کے کچھ کپڑے جو——" اور پھر وہ بے اختیار پھوٹ پھوٹ کر رو پڑی۔

شاذان کی مسکراہٹ سنجیدگی میں بدل گئی۔ آگے بڑھ کر اسے اپنے حصار میں لے لیا تو وہ بدک کر پیچھے ہٹی مگر کامیابی نہیں ہوئی۔ شاذان نے مضبوط گرفت رکھی تھی۔ "مجھے جانے دیجئے سر!" وہ سسکنے لگی تھی۔

شاذان کا ہاتھ اس کے سر پر آ ٹھہرا۔

"تم چلی گئیں تو اعیان کا کیا ہوگا؟"

بڑے گمبھیر لہجے میں اس کے کان کے قریب سرگوشی کی تھی۔ اس نے ایک جھٹکے سے سر اٹھایا "تو اب آپ کو اعیان کے لیے ایک گورنس چاہیے۔"

لہجے میں کانچ کی کرچیاں چبھی ہوئی تھیں۔ شاذان کے ماتھے پر لمحے بھر کے لیے شکنوں کا جال سا بچھ گیا۔

"میرا خیال ہے ایما کہ میرے پاس اتنا بینک بیلنس ضرور ہے کہ اعیان کے لیے گورنسز کی پوری بٹالین کھڑی کر سکتا ہوں یہاں۔" قدرے غصے میں اسے بازوؤں سے پکڑ کر اس نے ہلکا سا جھٹکا دیا تھا۔

ایما کا دل ایک لمحے کے لیے حسب عادت بری طرح سہما مگر پھر اس نے خود کو کپوز کر لیا "ہاں، مگر میری طرف مفت کی چاکری تو کوئی نہیں کرے گا نا!"

"ایما۔ یو آر جسٹ ان لمٹ۔ ہوش میں رہ کر بات کرو۔ آر یو ان یور سنس۔

(Are you in you sencess)

اب کے وہ سراپا آتش فشاں بن گیا تھا۔ ایما کی جان ہوا ہونے لگی۔ "میں برداشت کر رہا ہوں تو تم بڑھتی جا رہی ہو۔ تم نے یہ کیسے سمجھ لیا کہ میری مرضی کے بغیر تم یہاں سے نکل سکتی ہوں۔ بولو۔"

اس کے بازوؤں میں شاذان کی انگلیاں پیوست سی ہو گئی تھیں۔ کرب کی شدت سے اس نے آنکھیں بند کیں تو آنسو بہنے لگے۔

"پلیز سر! میں اور نہیں سہہ سکتی۔ آپ کی خاطر میں نے اپنی انا، اپنی خودداری، اپنا وقار سب کچھ داؤ پر لگا دیا، مگر پھر بھی آپ کے دل میں جگہ نہیں پا سکی کیونکہ محبت یا تو ہوتی ہے یا پھر نہیں ہوتی اور ان دو انتہاؤں کے درمیان کچھ نہیں ہوتا۔"

اس کا متورم لہجہ شاذان کو پشیمانی کے سمندر میں غرق کرتا چلا گیا۔ ہاتھوں کی گرفت خود بخود ڈھیلی پڑ گئی۔

"میری خدمتیں آپ کی توجہ تو شاید جیت لیں، لیکن دل کبھی نہ جیت سکیں گی، یہ جان لیا ہے میں نے۔"

شاذان اس کے تجربے کی گہرائی سے کہی گئی بات پر لاجواب سا ہو گیا۔ اس چھٹانک بھر لڑکی نے اس کے احساسات کا بہترین خلاصہ، بہترین تشریح پیش کر دی تھی۔ "اس لیے میرا جانا بہت ضروری ہے۔ میں جانتی ہوں کہ میں جاؤں گی تبھی آپ یہاں کرسٹینا کو لا سکیں گے۔ اعیان کے ہوتے ہوئے آپ کو ان سے بھی کوئی شکایت نہیں ہوگی کیونکہ آپ کو اپنی محبتیں اور جائیداد کا وارث مل گیا ہے۔ اب میری یہاں ضرورت نہیں۔"

اس کی گرفت سے خود کو نکالتے ہوئے اس نے آنسو صاف کر کے حتمی لہجے میں کہا تو اس نے بے حد غور سے اس کی طرف دیکھا۔

یہ اعتماد۔ یہ انداز یہ تجزیاتی نکتہ بیں ایسی نظریں اس نے کہاں سے حاصل کی تھیں؟ شاذان متاثر و مرعوب ہونے کے ساتھ ساتھ متعجب بھی تھا۔

ایما نے اسے یوں خاموش دیکھا تو دروازے کی طرف بڑھی، مگر اس سے پہلے کہ ایک بھی قدم اٹھاتی، شاذان اس کے سامنے کھڑا ہوا تھا۔

"جاتے جاتے ساری دعائیں لگا گئیں مجھ پر۔ مجھے کچھ کہنے کا موقع نہیں دو گی۔ بڑے سے بڑے مجرم کو بھی اپنی صفائی میں بیان دینے کا موقع دیا جاتا ہے۔ تمہاری عدالت تو اس سے بھی سخت ہے۔" سینے پر بازو لپیٹے ہوئے وہ بے حد نروس کر دینے والے انداز میں اسے دیکھتے ہوئے بولا تو اسے اپنی سماعتوں پر دھوکے کا گمان ہوا۔

"پہلے یہاں بیٹھ کر وہ سب سن لو جو میں کہنا چاہتا ہوں، پھر چلی جانا۔" نرمی سے ہاتھ تھام کر وہ اسے صوفے تک لے آیا تھا۔ وہ سراسیمہ اور متوحش سے ہو کر بیٹھ گئی۔ چند ثانیے وہ جیسے الفاظ تلاش کرتا رہا اور جب بولا تو لہجے میں برسوں کی تھکن تھی:

"یہ سچ ہے کہ میں نے کرسٹینا کو دل سے چاہا، اسے اپنایا اور اس کی ہر بات ہر من مانی سہی۔ جس کے نتیجے میں وہ مجھے رگیدتی چلی گئی۔ شی جسٹ کرشڈ می۔"

(She just crushed me.)

لب کاٹتے ہوئے اس نے جیسے بڑے ضبط سے کہا تھا۔

ایما عالم استعجاب میں گھری اسے سن رہی تھی۔

آج پہلی بار اس سے اس نے کرسٹینا کے بارے میں بات کی تھی۔ وہ انگلیاں مسلنے' لب کاٹنے لگی۔

"ایون شی ریجیکٹ مائی چائلڈ۔ اور بس وہیں مجھے احساس ہوا کہ میں اور کرسٹینا زیادہ ساتھ نہیں چل سکتے۔ میں نے اس کی بے راہ روی اور بے اعتدالیاں برداشت کیں' مگر اس نے اسے میری کمزوری سمجھا۔ شاید ہم خود سے محبت کرنے والوں کو اسی طرح For granted لینے کے عادی ہو جاتے ہیں۔"

استہزائیہ سا خود پر وہ ہنسا تو وہ لب بھینچ کر رہ گئی۔ اشارہ اس کی طرف بھی تھا۔ جیسے میں نے تمہارے ساتھ کیا مگر بلیو می ایما۔ تمہاری پرسنالٹی اور ہر اچھی عادت نے جیسے دھیرے دھیرے مجھے فتح کرنا شروع کر دیا۔ آئی ڈونٹ نو کب سے یہ سلسلہ چل پڑا۔" وہ اب خود میں گم خود فراموشی کے عالم میں خود سے کہے جا رہا تھا:

شروع شروع میں میری لندن جا کر کرسٹینا سے ایک دو جھڑپیں ہوئیں۔ میں وہاں جاتا تو اسے دیکھتا یہاں آتا تو تمہیں۔ تم دونوں ایک دوسرے سے اس قدر Diverse ہو کہ میں نے انجانے میں تم دونوں کا کمپیئر کرنا شروع کر دیا۔" گہرے لہجے میں کہتے ہوئے اس نے اچانک اس پر گہری نظریں ٹکائیں تو وہ خود میں سمٹ سی گئی۔

"ہر بار تم ہی حاوی ہو جاتیں کرسٹینا کے مقابلے میں Subdued رہتیں اور کرسٹینا گہرائی میں گرتی جاتی۔"

ایشلی مجھ سے یہ سب برداشت نہ ہو سکا۔ میں تمہیں اگنور اور ہرٹ کرنے لگا' مگر دیری سون تم نے مجھے مجھ سے چھین لیا' ایما شاذان۔ ہاں آج میں Confess کرتا ہوں کہ تم نے مجھے کرسٹینا سے چھین کر اپنا بنا لیا ہے۔ اعیان کی شکل میں ایک ایسی زنجیر سے باندھ ڈالا ہے کہ اگر ہم دونوں بھی چاہیں تو اس ریلیشن کو توڑ نہیں سکتے۔"

گہرے لہجے میں کہتے ہوئے اس نے ساتھ بیٹھی ایما کو بے اختیار خود سے لگا لیا تو وہ جیسے کسی خواب سے چونکی۔ اب تک حیرت سے یہ نظریں اس کے چہرے پر سچ تلاش رہی تھیں۔ "اگر بلیو نہیں ہوتا تو یہ دیکھو۔"

سائیڈ ٹیبل پر رکھی ایک فائل اس نے اٹھا کر اس کی طرف بڑھائی۔ "میں نے کرسٹینا کو ڈائیورس کر دیا ہے اور یہ چھ مہینے اسی سلسلے میں لندن میں گزارنے پڑے کہ کرسٹینا نے مجھ پر کیس کر دیا تھا۔

She did not to leave me.

(وہ مجھے چھوڑنا نہیں چاہتی تھی) اس نے کہا تو وہ جیسے انکشاف کی آندھی میں ہچکولے کھانے لگی۔ فائل تو کیا تھامتی تھک کر اس کے کندھے پر سر ٹکا گئی۔

"باقی وقت بزنس وغیرہ وائنڈ اپ کرنے میں لگا۔ اعیان اور تمہارے بغیر وقت کیسے گزرا ہے' بس میں ہی جانتا ہوں' مگر دل میں یہ ٹھان لی تھی کہ یہاں واپس آؤں گا تو لندن سے مکمل حلق توڑ کر تو اب تمہارے سامنے ہوں۔ کرلو فیصلہ۔"

جواباً" وہ کیا کہتی' بے اختیار روتی چلی گئی' مگر یہ آنسو خوشی کے تھے۔ شاذان نے گہری سانس بھر کر تشکر سے اس کے بال چوم لئے جس نے اپنے آپ کو اس کی سپردگی میں دے کر جواب دے دیا تھا۔

"چلو بس۔ اب آنسو صاف کر لو۔ دیکھو تم نے میری اس قدر مہنگی شرٹ کی کیا حالت بنا ڈالی ہے۔"

"اوہ۔۔۔" وہ شرمندہ سی ہو گئی تھی۔ شاذان کی استحقاق بھری نظریں اسے دیکھنے لگیں تو وہ کہنے لگی۔ "آپ تھکے ہوئے آئے ہیں' چائے لے آؤں؟"

اس بار بھی بہانہ کارگر رہا تھا اس کے سامنے جس کی آنکھوں میں جذبے اتر آئے تھے۔ وہ سٹپٹانے لگی تو شاذان نے اس کا ہاتھ سختی سے تھام لیا۔

"ناٹ ایٹ آل۔ اب تمہارے یہ بہانے چلنے والے نہیں ڈیئر۔ اب میں یہاں پر میسٹلی (Permanently) آ گیا ہوں۔ اگر تم اسی طرح فرار ہونے کے لیے چائے کی لالچ دی تو بہت جلدی مجھے چائے کا باغ خریدنا پڑے گا۔" فروس کر دینے والے انداز میں اسے دیکھتے ہوئے وہ کچھ اس انداز میں بولا کہ وہ بری طرح جھینپ گئی۔ دونوں ہاتھ اس کی گرفت میں تھے' جائے فرار نہ تھی۔

"بس مجھے یہ ٹرسٹ دے دو کہ تم نے میری خطائیں نظرانداز کر کے میرے جذبوں کو اوپن ہارٹ قبول کر لیا ہے۔"

وہ سب کچھ کہہ کر دل کا بوجھ ہلکا کر کے سرشار انداز میں پوچھ رہا تھا۔ ایما نے شرما کر اس کے سینے میں منہ چھپا لیا کہ اب کہنے کے لیے بچا ہی کیا تھا۔ شاذان نے اس اعتراف شکست پر ایک بھرپور قہقہہ لگایا جس نے اسے بھی سرشار کر دیا۔

❁*❁